بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ ﷺ کی ہنسی اور تبسم
سے متعلق ایک سو بیس سے زائد احادیث کا مستند مجموعہ

رسول اللہ ﷺ
کا حسنِ تبسم

تالیف

مولانا محمد ابراہیم فیضی

وضاحت

یہ کتاب معنون بہ "رسول اللہ ﷺ کا حُسنِ تبسم" مؤلف مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی صاحب زید مجدہٗ کی خوصی اجازت کے ساتھ دینِ مبین ڈاٹ کام کے قارئین کے مطالعے کے لیے پیش کی جارہی ہے۔اس کتاب کا مکمل یا جزوی حصہ کسی بھی طرح بلاحوالہ کہیں نقل کرنے یا چھاپنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ کتاب کے جملہ حقوق محفوظ ہیں جن کی خلاف ورزی قانوناً، اخلاقاً اور شرعاً جرم ہے۔

میں، حافظ محمد ابراہیم فیضی، مؤلفِ کتاب "رسول اللہ ﷺ کا حُسنِ تبسم" دینِ مبین ڈاٹ کام کی انتظامیہ کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ یہ کتاب اپنی ویب سائٹ پر قارئین کے مطالعے کے لیے آن۔لائن رکھ سکتے ہیں۔ تاہم اس کتاب کے مکمل یا جزوی حصے کی بلاحوالہ نقل یا چھاپنے کی کسی شخص کو اجازت نہیں ہے۔اس کتاب کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

فہرست

(موضوعات دیکھنے کے لیے مطلوبہ موضوع یا صفحہ نمبر پر کلک کریں)

آغازِ سخن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وثناء اس خالقِ کائنات کے لئے ہے جو ہر قسم کی اور ہر کسی کی حمد کا مستحق ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ جس کا تسبیح خواں اور کون ومکان کا چپہ چپہ جس کی عظمت و کبریائی کا ابدی نشان ہے۔ جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کے سر پر "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ اٰدَمَ" کا تاج سجایا ہے۔ بحر و بر، شمس و قمر جس کی عظمت کے گیت گاتے اور خوش الحان طیور جس کی تقدیس کے نغمے سناتے ہیں۔ چمنستانوں کے گلوں کی ہر پنکھڑی جس کے حُسنِ صنعت کی دلیل ہے، صحرائوں کی پہنائیاں اور سمندروں کی گہرائیاں جس کے قادر مطلق ہونے کی شاہد عدل ہیں۔

کریم ورحیم ایسا کہ جس کی رحمت ہر آن ہر مخلوق کے لئے دامنِ فضل و کرم پھیلائے ہوئے ہیں، توّاب و غفور ایسا کہ نہ صرف خطاکاروں، سیاہ کاروں، بدکاروں کے گناہوں پر قلمِ عفو پھیر دیتا ہے بلکہ صدقِ دل سے تائب ہونے والوں کی خطائوں کو حسنات میں بدل دیتا ہے۔

بصیر ایسا کہ کائنات کا ہر ذرہ، کون ومکان کا ہر گوشہ اس سے پوشیدہ نہیں، خبیر ایسا کہ دلوں کے بھیدوں تک اس کی رسائی ہے۔

کروڑوں درود وسلام ہوں اس ذات گرامی پر جس کی ذات ستودہ صفات باعثِ تخلیق کون ومکاں ہے، جو رحمۃ للعالمین بھی ہیں، شفیع المذنبین بھی، فخر اوّلین بھی ہیں چارہ سازِ آخرین بھی، جن کی آمد سے کفر و شرک کی ہلاکت خیز ہواؤں کا رخ بدل گیا اور ہر سمت ایمان وایقان کی نسیمِ جانفزا کی عطر بیزیاں چھاتی چلی گئیں۔

جن کی نگاہِ ناز نے مُردوں کو مسیحا کر دیا اور چرواہوں کو دنیا کی رہنمائی اور راہبری عطا فرمادی، جن کے غلاموں نے توحید کا پرچم تھاما تو قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا۔ فخر موجودات ﷺ جس نے سسکتی انسانیت کو اوجِ ثریا کا ہم نشین بنایا اور ایک مرتبہ پھر مخلوق کا اپنے خالق سے مضبوط رشتہ جوڑ دیا۔

لاتعداد اور لامحدود درود وسلام ہوں اس رؤف ورحیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آلِ اطہار اور اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔

امابعد! ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ تبسم“ کے عنوان سے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے یہ کاوشِ پیشِ خدمت ہے، مقدمہ کے بعد ”قرآن کریم میں ہنسی اور تبسم کے ذکر“ کے عنوان سے وہ آیات مذکور ہیں جن میں ہنسی اور مسکراہٹ کا ذکر ہے، یہاں بائبل کے حوالہ سے حضرت سارہ علیہا السلام کی ہنسی کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ اس کے بعد ایک سو بیس (120) سے زائد وہ احادیث مذکور ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ”ضحک“ (ہنسی) اور ”تبسم“ (مسکراہٹ) کا ذکر ہے۔

میں نے حتی الوسع احادیث کے اصل مآخذ تک رسائی حاصل کی اور تمام احادیث کی باقاعدہ تخریج کی ہے الاّ ماشاء اللہ اور مندرج احادیث کے وہ عربی جملے بھی نقل کر دیئے جن میں ضحک یا تبسم کے الفاظ آئے ہیں۔ اس موضوع پر بتوفیقِ الٰہی مزید کام جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

امید ہے کہ صاحبِ علم حضرات اس کتاب کے مطالعے کے بعد میری کوتاہیوں سے مطلع فرمائیں گے اور رہنمائی فرماکر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

اظہارِ تشکر

ان صفحات کی تیاری اور ترتیب میں جن احباب اور عزیزوں نے میرے ساتھ تعاون کیا ہے، میں ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ خصوصاً صاحبزادہ سید حسین شاہ حلیمی صاحب مہتمم جامعہ حلیمیہ ٹرسٹ شیر شاہ کراچی، جن کا کہنا ہے پاکستان بھر میں متعدد ایڈیشنوں پر مشتمل تفاسیر، احادیث، سیرت، اسماء رجال اور فقہ وغیرہ پر عربی کتب کی اتنی بڑی ذاتی لائبریری اور کسی کی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

مرکزی جامع مسجد گیلانی حسن اسکوائر کراچی کے خطیب اور میرے عزیز دوست مولانا محمد بشیر احمد قادری صاحب، اور جامعہ علویہ غوثیہ کے مہتمم مولانا مفتی محمد یعقوب معینی صاحب کا مشکور ہوں، جنہوں نے بعض کتب کی فراہمی میں مدد کی۔

جواں سال، جواں ہمت ڈاکٹر سید عزیز الرحمن صاحب مدیر ماہنامہ "تعمیر افکار" کراچی کا ذکر نہ کرنا بھی ناسپاسی ہو گی کہ انہوں نے موضوع سے متعلق مواد فراہم کرنے کی مقدور بھر کوشش تو کی مگر ہر مرتبہ معمولی سی کسر باقی رہ گئی۔ تا آنکہ انہوں نے ٹائیٹل کی تیاری میں اپنا حصہ ڈال کر تلافیٔ مافات کر دی۔

لکھنے والے نے اگر پروف بھی خود پڑھنے ہوں تو کمپوزر کی مشقت دوچند ہو جاتی ہے، خوب سے خوب تر کی تلاش میں عموماً کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی تبدیلی لازمی نظر آتی ہے، اور مستزاد یہ کہ اگر کمپوزر اپنا ہی لختِ جگر ہو تو وہ بے چارہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کی کیفیت کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ میں اپنے بیٹے حافظ محمد عرفان خان المانی کا شکر گزار ہوں کہ وہ بے چارا سر جھکائے تعمیلِ حکم میں یہ کرب برداشت کرتا رہا۔

شکریہ تو اپنے کم سِن بیٹے محمد حسنین خان المانی کا بھی ضروری ہے کہ اس نے سیرت کے موضوع پر اردو میں چھوٹی بڑی کئی کتب پڑھ ڈالیں اور جہاں کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے مسکرانے کی روایت ملی فوراً نشان زد کیا اور فہرست بنا کر پیش کر دی۔

کتاب کا نام نیاز احمد صاحب کا عطیہ ہے، متفرق خدمات میں بڑا حصہ محمد الیاس عبدالستار صاحب کا ہے۔ حوصلہ افزائی کا کام اردو میں کتبِ سیرت کے ناموں کے حافظ، حافظ محمد عارف گھانچی صاحب کا مرہونِ منت ہے۔

فجزاہم اللہ احسن الجزاء

حافظ محمد ابراہیم فیضی

پاکستان چوک، کراچی

جمعۃ المبارک،

یکم ربیع الاول، ۱۴۲۷ھ

۳۱/ مارچ ۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اسلام دین فطرت ہے، یہ انسان کی خیالی اور وہمی دنیا میں رہنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا بلکہ اسے حقائق روشناس کرتا ہے، اسے فرشتہ نہیں انسان بننے کی تلقین کرتا ہے، دین اور دنیا میں توازن برقرار رکھنے کا حکم دیتا ہے، رہبانیت کی نفی کرتا ہے اور ہمہ تن دنیا کے حصول میں مگن رہنے سے روکتا ہے۔

اسلام انسانوں پر یہ فرض عائد نہیں کرتا کہ ان کا ہر کلام ذکر، ہر خاموشی فکر، اور فراغت کا ہر لمحہ مسجد میں بسر ہو، بلکہ اسلام ان کو فطری ضروریات اور ذہنی و جسمانی تقاضوں کی شرعی حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے بہم رسانی کی اجازت دیتا ہے، کھانا پینا، ملنا ملانا، باہم ہنسی مزاح، کاروبار، معاملات، شادی بیاہ، عید تہوار میں جائز سرگرمیوں پر قدغن نہیں لگاتا۔

حضرت حنظلہ اُسیدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب رہے، جلیل القدر صحابی ہیں وہ بیان کرتے ہیں میری ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا کیسے ہو؟ میں نے کہا: حنظلہ منافق ہو گیا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے: سبحان اللہ! آپ نے یہ کیا کہا؟ میں نے کہا: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی یاد دلاتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، اولاد، زمینوں، اور دوسرے کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت سی باتوں کو بھول جاتے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا! ہمیں بھی کچھ اس قسم کی صورتحال پیش آتی ہے، پھر میں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! حنظلہ منافق ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہوا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ گویا ہم جنت اور جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور جب ہم آپ

کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں، زمینوں اور دوسرے کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں تو ہم بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم میرے پاس ذکر و فکر کی جس کیفیت میں ہوتے ہو اگر تمہاری وہ کیفیت بر قرار رہے تو تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں پر فرشتے تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ! یہ کیفیت بدلتی رہتی ہے، کبھی یہ اور کبھی وہ۔(یعنی کبھی دنیا اور کبھی آخرت کی طرف دل و دماغ متوجہ ہوتے ہیں)۔[صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فضل دوام الذکر، رقم:٦٩٠٠]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لئے اسوۂ حسنہ ہے، آپ خلوت میں، شب کی تنہائیوں میں طویل نمازیں پڑھتے، رونے کی آواز حجرۂ اقدس سے باہر تک آیا کرتی، مسلسل قیام سے قدم مبارک متورم ہو جاتے، حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کی پروانہ فرماتے۔ لیکن دوسری طرف دنیا کی پاکیزہ چیزوں کو پسند فرماتے، صحابہ کرام کے ساتھ ہوتے تو ان کی گفتگو میں شریک ہوتے، کبھی دل لگی اور ہنسی مزاح کی باتیں ہوتیں، ان میں حصہ لیتے، کبھی خود مزاح فرماتے تاہم ہر حالت میں حق اور سچ ہی فرماتے۔

لوگوں سے آسانی برتتے، نرمی اور شفقت کا سلوک کرنے کا حکم فرماتے، تواضع اور انکساری اپنانے، تکبر، خود بینی اور بلاوجہ سختی سے منع فرماتے تھے۔ ایثار، قربانی، حسن خلق، احسان و اکرام، محبت و مؤدت کی تلقین فرماتے۔ ہمیشہ خندہ روئی سے پیش آتے۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَکْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔[جامع الترمذی، رقم:٣٦٤١۔ شمائل ترمذی، رقم:٢١٨]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہنسی مزاح کی باتیں کرتے، خود مسکراتے، دوسروں کو مسکرانے پر مجبور کرتے، نخعی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احباب ہنستے اور مسکراتے تھے، کہا: ہاں، حالانکہ ان کے دلوں میں مضبوط پہاڑوں جیسا ایمان تھا۔

صحیح مسلم میں ہے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہنستے ہنستے زمین پر گر گئے۔ [مواقف مزح فیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص:٢٧]

فتح مکہ کے موقعہ پر عورتوں سے بیعت لیتے وقت جب ہند نے اولاد کو قتل کرنے کی ممانعت پر یہ کہا: ہم نے تو ان کو بچپن سے پال پوس کر بڑا کیا اور آپ نے ان کو (بدر میں) قتل کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔[تفسیر ابن کثیر، سورۃ الممتحنہ: ۱۲، ج۴، ص۸۷۳۔ الاستیعاب، رقم: ۳۵۴۸]

مزاح کی تعریف اور اس کے حدود

مزاح، سنجیدگی کی ضد ہے، دل لگی، ہنسی اور خوش طبعی سب مزاح میں شامل ہیں، مزاح کا مقصد باہم محبت و الفت، احباب و عزیز و اقارب کے ساتھ بے تکلفی کی فضا قائم رکھنا ہے، اس سے احباب میں الفت بڑھتی ہے، دل فرحت پاتے ہیں اور خوش گوار تعلقات پروان چڑھتے ہیں۔

لیکن ہنسی مزاح میں جھوٹ، فریب، تہمت، فحش گوئی اور کسی کی تذلیل قطعاً ممنوع ہے، کیونکہ اس سے دشمنیاں فروغ پاتی ہیں، دلوں میں کینہ اور تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح ہنسی مزاح کی کثرت بھی ناپسندیدہ ہے، اس سے انسان کے وقار اور رعب میں کمی واقع ہوتی ہے، کسی دانا کا قول ہے:

بکثرت مزاح کرنے والا اپنے وقار اور ہیبت سے ہاتھ دھولیتا ہے۔

ہنسی مزاح کے آداب

۱۔ زبانی یا عملی ہنسی مزاح اور دل لگی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کے جھوٹ سے مبرا ہو، گناہ، اذیت رسانی، قطع رحم، عداوت اور بغض سے پاک ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ! آپ ہم سے دل لگی اور مزاح فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ لَآ اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔[جامع ترمذی، رقم:۱۹۹۰]

میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

اس سے معلوم ہوا انسان کو ہنسی مزاح، سنجیدگی، غصہ اور رضا ہر حال میں حق اور سچ کہنا چاہئے۔

۲۔ مزاح دوسروں پر کیچڑ اچھالنے اور جھوٹ گھڑ کر دوسروں کو ہنسانے کے لئے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ج وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ج وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O [الحجرات: ۱۱]

اے ایمان والو! مَردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے بعید نہیں کہ وہ اُن (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا (مذاق اڑایا کریں) عجب نہیں کہ وہ اُن سے بہتر ہوں، اور آپس میں طعنہ زنی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے بلائو، کیا ہی بُرا نام ہے ایمان کے بعد فاسق کہلانا اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظلم کرنے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

وَيْلٌ لِّلَّذِىْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ۔ [جامع ترمذی، رقم:۲۳۱۵]

اس شخص کے لئے ہلاکت اور تباہی ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے۔

۳۔ کسی کی معذوری، بے کسی اور غربت کا مذاق نہ اڑائے، وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا، ممکن ہے آج جس شخص کی معذوری، بے کسی اور غربت کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، کل کو وہ سب کچھ مذاق اڑانے والے پر لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ [آل عمران:۱۴۰]

اور ہم ان ایام کو ان کے درمیان ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں۔

۴۔ مزاح معقول حد کے اندر ہو اس سے کسی فرد کے حقوق پر زد نہ پڑتی ہو، ہنسی مزاح کے پردہ میں حرام امور کو حلال نہ بنایا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا يَأْخُذَنَّ اَحَدُكُمْ مَتَاعَ اَخِيْهِ لَاعِبًا وَّ لَا جَادًّا۔ [سنن ابی داوٗد، رقم:۵۰۰۳]

تم میں سے کوئی بطور ہنسی اور سنجیدگی کسی بھائی کا مال نہ لے۔

اس ارشاد گرامی میں ہر قسم کی اشیاء مثلاً قلم، گھڑی، لاٹھی، کتاب، کاپی، انگوٹھی، مسواک، بیگ، وغیرہ سب شامل ہیں، کیونکہ دانستہ اور نادانستہ ہر حالت میں دوسروں کے حقوق کا احترام لازم ہے۔

۵۔ مزاح سے کسی مسلمان کو خوف زدہ کرنا ممنوع ہے۔

سنن ابی داوٗد میں حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے بیان کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، ایک

صاحب ان میں سے کھڑے ہوئے تو دوسرے صاحب رسی لے کر پیچھے گئے اور اس کو پکڑ لیا وہ گھبرا گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُّرَوِّعَ مُسْلِمًا۔ [سنن ابی داود، رقم: ۵۰۰۴]

کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو خوف زدہ کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ہنسی مزاح کی آڑ میں کسی انسان کو خوف زدہ کرے، خواہ وہ جھوٹی خبر سنائے، اندھیرے سے ڈرائے یا کوئی اور ایسی حرکت کرے۔

۶۔ ہنسی مزاح اپنے درست وقت پر ہو تا کہ تھکاوٹ دور ہو، انسان تازہ دم ہو جائے، ہر وقت اور ہر کسی سے ہنسی مذاق اخلاق اور شرافت سے گری ہوئی حرکت ہے، بعض احمق نماز، روزہ، حج وغیرہ جیسی دیگر عبادات میں بھی ہنسی مذاق سے باز نہیں آتے۔ مجلس کے آداب کا خیال نہیں کرتے اور اہل مجلس کی عزت و وقار کو خاطر میں نہیں لاتے۔

۷۔ ہنسی مزاح کے لئے جس طرح صحیح وقت کا خیال رکھنا ضروری ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ مجلس اور مقام کا بھی خیال رکھا جائے، مساجد، مکاتب، مجالسِ ذکر و فکر، دروسِ قرآن، تعلیم و تعلّم اور اعتکاف کی حالت میں ہنسی مزاح ناپسندیدہ ہے۔ اس سے نہ صرف مزاح کرنے والے کی شخصیت مجروح ہوتی ہے، محفل اور مقام کا وقار بھی مجروح ہوتا ہے۔

۸۔ ہنسی مزاح کی بات کے لئے مخاطَب شخصیت کا لحاظ بھی ضروری ہے، بے وقوف اور احمق کے ساتھ ہنسی مزاح میں انسان کو ناپسندیدہ باتیں سننا پڑتی ہیں، ہمیشہ حد اعتدال میں رہتے ہوئے دانش مندوں سے ہنسی مزاح کی باتیں کی جاسکتی ہیں، اور اپنے عزت و وقار کو بچایا جاسکتا ہے۔ عورتوں اور بچوں سے کبھی کبھار ہلکا پھلکا مزاح مسنون ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو "يَا ذَا الْاُذُنَيْنِ" (اے دو کانوں والے) کہہ کر بلایا [جامع ترمذی، رقم: ۱۹۹۲]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی سے فرمایا "يَا اَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ" اے ابو عمیر! تیرے بلبل نے کیا کیا۔ [جامع ترمذی، رقم: ۱۹۸۹]، بوڑھی خاتون سے فرمایا: بوڑھی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی۔ (جوان ہو کر جائیں گی)۔ [شمائل ترمذی، رقم: ۲۳۱]، سواری کے لئے اونٹ مانگنے والے کے لئے فرمایا: اسے اونٹ کا بچہ دے دو، پھر اس کے سوال پر فرمایا: ہر اونٹ اونٹ ہی کا بچہ ہوتا ہے۔ [جامع ترمذی، کتاب البر و الصلۃ، رقم: ۱۹۹۱]

۹۔ ذکر الٰہی، آیات قرآنی، شعائر اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ہنسی مزاح کا موضوع نہ بنائے، طبری نے کہا ہے غزوۂ تبوک میں بعض لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قراء کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا:

یہ قراء بڑے پیٹو، بڑے لباڑ اور مقابلہ کے وقت بڑے بزدل ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ O لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ O [التوبہ:۶۵،۶۶]

اور اگر آپ ان سے (ان کے مذاق اڑانے کے متعلق) سوال کریں تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کرتے تھے، آپ کہیے کہ کیا تم اللہ کا اور اس کی آیتوں کا اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے۔ اب عذر نہ پیش کرو، بے شک تم اپنے ایمان کے اظہار کے بعد کفر کر چکے ہو، اگر ہم تمہاری ایک جماعت سے (اس کی توبہ کی وجہ سے) درگزر کر لیں تو بے شک ہم دوسرے فریق کو عذاب دیں گے، کیونکہ وہ مجرم تھے (وہ کفر اور مذاق اڑانے پر اصرار کرتے تھے)۔

ربوبیت، رسالت، وحی اور دین واجب الاحترام ہیں، ان کی ہنسی اڑانا، مزاح کرنا ناجائز اور حرام ہے بلکہ کفر ہے۔

دین اسلام ہر معاملہ میں اعتدال کی تعلیم دیتا ہے، ہنسی مزاح میں بھی اعتدال ضروری ہے، ہر وقت ہنستے رہنا دل کو مردہ کر دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِيَّاكَ وَالضَّحْكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ [جامع ترمذی، کتاب الزھد، رقم:۲۳۰۵]

ہنسی سے بچو کیونکہ ہنسی کی کثرت دل کو مردہ کر دیتی ہے۔

تبسم اور ہنسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسکراتے یا خوش ہوتے آپ کا چہرۂ انور روشن روشن نظر آنے لگتا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے واپس تشریف لائے، منافقوں نے عدم شرکت کے بہانے بنائے، لیکن تین صحابہ کرام نے جن میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، اپنی کوتاہی کا اعتراف کر لیا، پچاس راتوں کے مسلسل کرب کے بعد ان کی توبہ کی قبولیت پر مشتمل آیات نازل ہوئیں، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو خوشخبری ملی فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعب رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر خوشی سے مسکرائے، حضرت کعب بیان کرتے ہیں:

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ۔[صحیح بخاری، رقم:۴۴۱۸]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے آپ کا چہرۂ انور روشن ہو جاتا گویا کہ آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا حَجَبَنِی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَ لاَ رَاٰنِیْ اِلاَّ تَبَسَّمَ فِیْ وَجْهِیْ۔[صحیح بخاری، رقم:۶۰۸۹،۳۰۳۵]

میں نے جب سے اسلام قبول کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مجھے مسکرا کر دیکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

مَا رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى اَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ اِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔[صحیح بخاری، رقم: ۴۸۲۸، ۶۰۹۲]

میں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا کوا نظر آتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسکرایا کرتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے صرف مسکراتے تھے۔

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی "وسائل الوصول" میں تحریر فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے اور بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی آپ ہی کی طرح قہقہے نہیں لگاتے تھے صرف مسکراتے تھے۔[شمائل ترمذی، رقم ۲۱۷]

بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا بھی مروی ہے، اور ہنستے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں ظاہر ہونے کا ذکر ہے۔

علماء نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً تبسم ہی فرمایا کرتے تھے مگر کبھی کبھار آپ ہنستے بھی تھے۔[فتح الباری، ج۱۰، ص۶۱۷]

قرآن کریم میں ہنسی اور تبسم کا ذکر

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہنسی

عظیم القدر پیغمبر، نبی ابن نبی حضرت سلیمان بن داوٗد علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ سے معجزانہ سلطنت کا سوال کیا[ص:۳۵]۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا، ہوا آپ کے تخت کو آپ کی خواہش کے مطابق صبح اور شام کے اوقات میں ایک ایک ماہ کا فاصلہ طے کرا دیتی تھی[سبا:۱۲]۔ جنات آپ کے تابعِ فرمان کر دیئے گئے وہ آپ کے لئے اونچے اونچے محل، تصاویر، بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں بناتے تھے[سبا: ۱۳]۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرندوں کی بولیاں تعلیم فرمادیں تھیں اور دنیاو آخرت میں کارآمد ہر چیز عطا فرما دی تھی[النمل: ۱۶]۔

ایک مرتبہ آپ کا گزر چیونٹیوں کی وادی سے ہوا، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَO حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗۙ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَO فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَO (النمل:۱۷تا۱۹)

اور سلیمان کے لئے جنات اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور ہر ایک کو الگ الگ منقسم کیا گیا۔ حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں روندنہ ڈالے۔ اس کی بات سے سلیمان مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کی اے میرے رب! تونے مجھے اور میرے والدین کو جو نعمتیں عطا کی ہیں مجھے ان کا شکر ادا کرتے رہنے پر قائم رکھ اور مجھے ان نیک اعمال پر قائم رکھ جن سے تو راضی ہے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کرلے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی ہنسی

آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسی قوم میں تشریف لاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ چکی ہے، بتوں کی پرستش ان کی نس نس میں بسی ہوئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر طرح سے قوم کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دیتے ہیں لیکن قوم ٹس سے مَس نہیں ہوتی۔ بت خانہ میں جا کر بتوں کو توڑ دیتے ہیں کہ شاید وہ سمجھیں [الانبیاء: ۵۸]۔ لیکن وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کی تدبیر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جاتی ہے [الانبیاء:۶۸۔۷۱،۶۹]۔

آپ اپنے وطن عراق سے بابرکت سرزمین شام کی طرف ہجرت کرتے ہیں، حضرت لوط علیہ السلام ہمراہ ہیں، حضرت لوط علیہ السلام سدوم کی بستی والوں کی طرف اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور ان کو غیر اخلاقی، غیر انسانی حرکت سے باز رہنے کی تلقین فرماتے ہیں۔

قوم حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت پر کان نہیں دھرتی، عذاب الٰہی کا مقررہ وقت آ پہنچتا ہے، اللہ کے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں انسانی صورت میں آ گئے ہیں:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ O فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ O وَ امْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ O قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ O قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ O [ھود: ۶۹ تا ۷۳]

اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے، انہوں نے کہا سلام (ابراہیم نے جواباً) کہا سلام، پھر تھوڑی دیر بعد وہ گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے تک نہیں بڑھ رہے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے ڈرنے لگے، فرشتوں نے کہا آپ مت ڈریں، بے شک ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔ ابراہیم کی بیوی جو (پاس) کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس دی تو ہم نے اس کو اسحاق کی (پیدائش کی) خوش خبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔ (سارہ نے) کہا ارے دیکھو! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے یہ شوہر بھی بوڑھے ہیں، بے شک یہ عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے

کہا کیا تم اللہ کی قدرت پر تعجب کر رہی ہو، اے اہلِ بیت تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، بے شک اللہ حمد و ثنا کا مستحق بہت بزرگ ہے۔

بائبل (عہد نامہ قدیم) میں ہے:

پھر خداوند ممرے کے بلوطوں میں اسے نظر آیا اور وہ دن کو گرمی کے وقت اپنے خیمہ کے دروازے پر بیٹھا تھاO اور اس نے اپنی آنکھیں اٹھا کر نظر کی اور کیا دیکھتا ہے کہ تین مرد اس کے سامنے کھڑے ہیں، وہ ان کو دیکھ کر خیمہ کے دروازہ سے ان سے ملنے کو دوڑا اور زمین تک جھکا O اور کہنے لگا کہ اے میرے خداوند اگر مجھ پر آپ نے کرم کی نظر کی ہے تو اپنے خادم کے پاس سے چلے نہ جائیںO بلکہ تھوڑا سا پانی لایا جائے اور آپ اپنے پاؤں دھو کر اس درخت کے نیچے آرام کریںO میں کچھ روٹی لاتا ہوں، آپ تازہ دم ہو جائیں تب آگے بڑھیں کیونکہ آپ اسی لئے اپنے خادم کے ہاں آئے ہیں، انہوں نے کہا جیسا تو نے کہا ہے ویسا ہی کرO اور ابرہام ڈیرے میں سارہ کے پاس دوڑا گیا اور کہا کہ تین پیمانہ باریک آٹا جلد لے اور اسے گوندھ کر پھلکے بناO اور ابرہام گلہ کی طرف دوڑا اور ایک موٹا تازہ بچھڑا لا کر ایک جوان کو دیا اور اس نے جلدی جلدی اسے تیار کیاO پھر اس نے مکھن اور دودھ اور اس بچھڑے کو جو اس نے پکوایا تھا لے کر ان کے سامنے رکھا اور آپ ان کے پاس درخت کے نیچے کھڑا رہا اور انہوں نے کھایاO پھر انہوں نے اس سے پوچھا کہ تیری بیوی سارہ کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ ڈیرے میں ہے O تب اس نے کہا میں پھر موسمِ بہار میں تیرے پاس آؤں گا اور دیکھ تیری بیوی سارہ کے بیٹا ہو گا۔ اس کے پیچھے ڈیرے کا دروازہ تھا، سارہ وہاں سے سن رہی تھیO اور ابرہام اور سارہ ضعیف اور بڑی عمر کے تھے اور سارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی جو عورتوں کی ہوتی ہےO تب سارہ نے اپنے دل میں ہنس کر کہا کیا اس قدر عمر رسیدہ ہونے پر بھی میرے لئے شادمانی ہو سکتی ہے حالانکہ میرا خاوند بھی ضعیف ہے؟O پھر خداوند نے ابرہام سے کہا کہ سارہ کیوں یہ کہہ کر ہنسی ہے کہ کیا میرے جو ایسی بڑھیا ہو گئی ہوں واقعی بیٹا ہو گا؟O کیا خداوند کے نزدیک کوئی مشکل بات ہے؟ موسم بہار میں معین وقت پر میں تیرے پاس پھر آؤں گا اور سارہ کا بیٹا ہو گاO تب سارہ انکار کر گئی کہ میں نہیں ہنسی کیونکہ وہ ڈرتی تھی، پر اس نے کہا نہیں تو ضرور ہنسی تھیO [پیدائش، باب ۱۸، آیت ۱ تا ۱۵]

قیامت کے ہولناک منظر میں ہنستے مسکراتے لوگ

عرصۂ حشر میں جب غم کے باعث کلیجے منہ کو آرہے ہوں گے [المؤمن: ۱۸] اور اللہ رحمن کی بارگاہ میں لوگوں کی آوازیں انتہائی پست ہوں گی [طٰہٰ: ۱۰۸] اس وقت بھی بعض چہرے ہنستے خوشیاں مناتے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ O یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ O وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ O وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِO لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِO وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ مُّسْفِرَةٌO ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌO وَ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ O تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌO اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ O [عبس:۳۳تا۴۲]

پھر جب آپہنچے گی (قیامت) کانوں کو بہرہ کر دینے والی۔ جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ ان میں سے ہر شخص کو اس دن (اپنی) پریشانی (لاحق) ہو گی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا کر دے گی۔ کئی چہرے اس دن چمکتے ہوں گے۔ ہنستے ہوئے ہشّاش بشّاش۔ اور کتنے منہ اس دن خاک آلود ہوں گے۔ ان پر سیاہی چھائی ہو گی۔ وہی لوگ ہیں کافر بدکار۔

اہلِ جنت کی ہنسی

سورۃ المطففین میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اہلِ ایمان کی ہنسی اڑانے والوں، ان کو حقارت سے دیکھنے والوں، ان کی طرف کنکھیوں سے اشارے کرنے والوں اور ان کو راہِ راست سے بھٹکے ہوئے کہنے والوں کا انجام اور جنت میں اہلِ ایمان کا مقام ذکر فرماتے ہوتے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ O وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَO وَ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ Oوَ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَO وَ مَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ O فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ O عَلَى الْاَرَآىٕكِ یَنْظُرُوْنَO هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ O [المطففین: ۲۹تا۳۶]

بے شک وہ لوگ جنہوں نے جرم کئے، مومنوں سے ہنسا کرتے تھے۔ اور جب ان پر گزرتے تو (ازراہِ تمسخر) آپس میں آنکھیں مارتے۔ اور جب اپنے گھر والوں کی طرف پلٹتے تو مزے سے دل لگی کرتے ہوئے پلٹتے۔ اور جب وہ ان (ایمان والوں) کو دیکھتے تو کہتے بے شک یہ لوگ ضرور گمراہ ہیں۔ اور یہ (کافر) ان (مسلمانوں) پر نگہبان (بنا کر) نہیں بھیجے گئے۔ تو آج (قیامت کے دن) ایمان والے کافروں پر ہنستے ہیں۔ (عزت والے اونچے) تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔ کیا (برا) بدلہ ملا کافروں کو ان کاموں کا جو وہ کرتے تھے؟۔

آیاتِ الٰہی کی ہنسی اڑانے والوں کا انجام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ O وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ O [الزخرف:۴۶تا۴۸]

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا، پھر انہوں نے فرمایا: میں اس کا رسول ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ سو جب وہ ہماری نشانیاں لے کر ان (فرعون اور اس کے درباریوں) کے پاس پہنچے تو اسی وقت وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے۔ اور ہم ان کو جو نشانی بھی دکھاتے تھے وہ اس سے پہلے دکھائی ہوئی نشانیوں سے بڑی ہوتی تھی، اور ہم نے ان کو (بار بار) عذاب سے پکڑا تا کہ وہ باز آ جائیں۔

اسی سورہ میں چھ آیات کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کا عبرتناک انجام ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ O فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ O (الزخرف:۵۶،۵۵)

پھر جب انہوں نے ناراض کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا پھر ہم نے اس سب کو غرق کر دیا۔ پھر ہم نے ان کو قصہ پارینہ بنا دیا اور بعد کے لوگوں کے لئے ضرب المثل بنا دیا۔

اہل ایمان کی ہنسی اڑانے والوں کا انجام

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اہلِ ایمان کی ہنسی اڑانے والے اہل جہنم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ O قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ O اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ O فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ O اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ O [المومنون: ۱۰۷تا۱۱۱]

اے ہمارے رب ہمیں اس دوزخ سے نکال، اگر ہم پھر (کفر کی طرف) لوٹیں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے۔ (اللہ) فرمائے گا تم اسی میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ بے شک میرے بندوں میں سے ایک گروہ یہ کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے۔ تو (اے کافرو!) تم نے ان کا مذاق اڑایا حتیٰ کہ (اس مشغلہ نے) تمہیں میری یاد (بھی) بھلا دی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے۔ بے شک میں نے آج ان کے صبر کی اچھی جزا دی اور بے شک وہی کامیاب ہیں۔

ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تبسم، ضحک اور قہقہہ میں فرق

اہل لغت کہتے ہیں: تبسم، ضحک (ہنسی) کی مبادیات میں سے ہے، چہرے کی خوشی سے اگر دانت نظر آئیں اور دور تک آواز جائے تو یہ قہقہہ ہے ورنہ ہنسی ہے اور اگر آواز نہ ہو تو پھر یہ تبسم (مسکراہٹ) ہے۔

(دلیل الفالحین بطرق ریاض الصالحین، مطبوعہ دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ج۳، ص۱۷۹)

علامہ مناوی لکھتے ہیں: تبسم کی ہنسی کے ساتھ وہی نسبت ہے جو اونگھ کی نیند کے ساتھ ہے، خوشی سے چہرہ پھیل جائے، دانت ظاہر ہوں اور دور تک آواز سنائی دے تو یہ قہقہہ ہے، اگر قریب تک آواز سنائی دے تو یہ ہنسی ہے، اگر آواز بالکل نہ ہو تو یہ تبسم (مسکراہٹ) ہے۔

(شرح الشمائل فی جمع الوسائل، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، ج۲، ص۱۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزے کا کفارہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا، آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ اس نے عرض کیا میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرلی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم متواتر دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ وہ بولا نہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ وہ شخص عرض گزار ہوا: نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف فرمایا، اسی دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ٹوکرا لایا گیا، آپ نے فرمایا: سوالی کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا میں ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے لو اور صدقہ کر دو، اس شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ! اپنے سے زیادہ ضرورت مند پر، بخدا شہر (مدینہ طیبہ) کے ان دو کناروں کے درمیان کوئی گھرانہ میرے گھرانے سے بڑھ کر ضرورت مند نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ [صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شيئ فتصدق علیہ فلیکفر، رقم:۱۹۳۶۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان علی الصائم، رقم:۲۵۹۵]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کے انیاب (سامنے کے چار دانتوں کے برابر والے دانت، کچلیاں) نظر آنے لگے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا اسے اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقینا میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا وہ سرین کے بل (یا گھٹنوں کے بل) گھسٹتا ہوا

دوزخ سے نکلے گا اس سے کہا جائے گا، جا جنت میں داخل ہو جا، وہ جنت میں داخل ہونے کے لئے جائے گا تو دیکھے گا کہ سب نے اپنے اپنے ٹھکانوں پر سکونت اختیار کر لی ہے، وہ واپس لوٹ کر عرض کرے گا، یارب میں نے جنت کو بھرا ہوا پایا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا، وہ جائے گا جنت کو بھرا ہو گمان کرے گا اور پھر واپس آکر عرض کرے گا یارب میں نے اسے بھرا ہوا پایا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا تیرے لئے دنیا اور اس کی مثل دس گنا (وسیع و عریض) جنت ہے، بندہ عرض کرے گا آپ مجھ سے مذاق فرماتے ہیں حالانکہ آپ بادشاہ ہیں؟۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَلَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ [صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفہ الجنۃ والنار، رقم:۶۵۷۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اُخر اھل النار خروجاً، رقم:۳۰۹]

میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

شیطان راستہ چھوڑ دیتا ہے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں گفتگو کر رہی تھیں اور اونچی آواز میں کوئی مطالبہ کر رہی تھیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی تو وہ پردے کے پیچھے چھپ گئیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضْحَكُ فَقَالَ اَضْحَكَ اللّٰہُ سِنَّكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ [صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ا، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، رقم:۳۶۸۳۔ صحیح مسلم، باب مناقب عمر، رقم:۶۲۰۲]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے، وہ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہنستا مسکراتا رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر تعجب ہے جو میرے پاس تھیں جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو پردے کے پیچھے چلی گئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں، انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ سخت مزاج اور سخت گیر ہیں،

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت خوب اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے شیطان تم سے کسی راستہ میں نہیں ملتا مگر وہ اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

یہودی عالم نے سچ کہا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ علمائے یہود میں سے ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم (تورات میں) پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، مٹی کو ایک انگلی پر اور ساری مخلوق کو ایک انگلی میں لے کر فرمائے گا: حقیقی بادشاہ میں ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ تَصْدِيْقاً لِقَوْلِ الْحَبْرِ(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: وماقدروااللہ حق قدرہ، رقم:۴۸۱۱۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامہم، رقم:۷۰۴۶)

یہودی عالم کی بات کی تصدیق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعاً قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ O [الزمر:۶۷]

اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا اور قیامت کی دن سب زمینیں اس کی مٹھی میں ہوں گی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، وہ ان چیزوں سے پاک اور برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں۔

تم پہلی جماعت میں ہو

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا میں تشریف لے جاتے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ام حرام بنت ملحان کے ہاں تشریف لاتے۔ چنانچہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے، انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ يَرْكَبُونَ هٰذَا الْبَحْرَ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ۔[صحیح البخاری، کتاب الجہاد و السیر، باب الدعاء بالجہاد و الشھادۃ للرجال و النساء، رقم:۲۷۸۸۔ مسند امام احمد، رقم:۲۶۴۹۲]

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، حضرت ام حرام کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو کسی چیز نے ہنسایا؟ فرمایا: مجھے میرے کچھ امتی دکھائے گئے جو اس سمندر کی سطح پر سوار ہو کر اس طرح راہ خدا میں جہاد کریں گے جس طرح بادشاہ تختوں پر۔

یا فرمایا کہ تخت پر بادشاہوں کی طرح (راوی اسحاق کو شک ہے) میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے مجھے ان میں شامل فرمادے، آپ نے دعا کی پھر اپنا سر مبارک رکھا اور سو گئے،

ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ ؟

پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟۔

فرمایا: مجھ پر میری امت کے کچھ لوگ پیش کئے گئے جو راہِ خدا میں جہاد کے لئے اس سمندر کی سطح پر ایسے سوار ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر یا تختوں پر بادشاہوں کی طرح (حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان میں شامل فرمادے، فرمایا: تم پہلی جماعت میں ہو۔

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بحری جہاز پر سوار ہوئیں، جب سمندر سے باہر آئیں (کنارے پر اتریں) تو اپنی سواری کے جانور سے گر گئیں اور وفات پائی۔

ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کو بھی بتاؤ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے (میدان احد میں شہید ہو کر) وفات پائی اور ان پر قرض تھا، میں نے قرض خواہوں کو پیش کش کی کہ وہ قرض کے بدلے کھجوریں لے لیں، انہوں نے انکار کر دیا کیونکہ انہیں (کھجوروں پر موجود) پھل قرض کے برابر نظر نہ آیا، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو صورت حال بتائی، آپ نے فرمایا: جب تم پھل توڑ لو (مجھے اطلاع کرنا) جب میں نے پھل توڑ کر کھجوریں خشک کرنے کی جگہ پر رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے، آپ (کھجوروں کے ڈھیر کے) پاس بیٹھ گئے، برکت کی دعا کی پھر فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلالو، میں نے قرض خواہوں کا پورا حق ادا کر دیا یہاں تک کہ کسی کا میرے والد پر کوئی قرض باقی نہ رہا، میں نے سب ادا کر دیا اور تیرہ وسق (ایک وسق، ساٹھ صاع کا ایک

پیمانہ) کھجوریں بچ رہیں، جن میں سات وسق عجوہ کھجوریں اور چھ وسق لون تھیں یا چھ وسق عجوہ اور سات وسق لون کھجوریں تھیں۔

راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَوَافَيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَضَحِكَ وَ قَالَ ائْتِ اَبَا بَكْرٍ وَّ عُمَرَ فَاَخْبِرْهُمَا فَقَالَا لَقَدْ عَلِمْنَا اِذْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَنَعَ اَنْ سَيَكُوْنُ ذَالِكَ [صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب الصلح بین الغرماء، رقم:۲۷۰۹]

پھر میں مغرب کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور آپ کو یہ بات بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا ابو بکر اور عمر کو بتاؤ، (میں نے ان کو بتایا) تو دونوں نے کہا ہم تو اسی وقت جان گئے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ عنقریب یہی ہو گا۔

میرا حصہ بھی نکالو

حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ حضرات عرب قبائل میں سے کسی قبیلہ میں گئے اور ان سے مہمانی طلب کی، قبیلہ والوں نے (دستور کے مطابق) ضیافت کرنے سے انکار کر دیا، اسی دوران (جب کہ صحابہ کرام وہاں موجود تھے) اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا، قبیلہ والوں نے پوچھا: کیا آپ کے ہاں کوئی دوا یا دم کرنے والا ہے؟ صحابہ نے کہا: چونکہ آپ لوگوں نے ہماری ضیافت نہیں کی لہٰذا جب تک تم ہمارے لئے حصہ مقرر نہیں کرو گے (ہم دم نہیں کریں گے) انہوں نے کچھ بکریاں دینا منظور کر لیں، چنانچہ (ان صحابہ میں سے) کسی نے سورۃ الفاتحہ پڑھی اور منہ میں جمع کردہ لعاب دہن (متاثرہ مقام پر) تھوک دیا تو اس کی تکلیف دور ہو گئی، وہ صحابی بکریاں لے آئے تو دوسرے صحابہ نے کہا ہم اس میں سے اس وقت تک نہیں لیں گے جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت نہ کر لیں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَسَاَلُوْهُ فَضَحِكَ وَقَالَ مَا اَدْرٰكَ اِنَّهَا رُقْيَةٌ خُذُوْهَا وَاضْرِبُوْا لِيْ سَهْمًا [صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الرقی بالفاتحۃ، رقم:۵۷۳۶۔ کتاب الاجارہ، رقم:۲۲۷۶۔ مسند امام احمد، رقم:۱۰۶۰۲]

انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ ہنسے اور فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم (کرنے کی چیز) ہے، بکریاں لے لو اور میرا حصہ بھی نکالو۔

عمر! تمھاری مداخلت بہت بڑھ گئی ہے

امام بخاری نے کتاب اللباس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور بستر میں قناعت کے زیر عنوان ایک طویل حدیث ذکر کی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں ایک سال تک اس انتظار میں رہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان دو ازواج مطہرات کے بارے میں دریافت کروں، جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایکا کر لیا تھا مگر میں خوف محسوس کرتا رہا، ایک مرتبہ وہ (حج سے) واپسی کے سفر کے دوران ایک منزل پر اترے اور پیلو کے درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گئے، جب وہاں سے باہر آئے تو میں نے ان سے ان ازواج کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے کہا: عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہما) پھر فرمایا: زمانۂ جاہلیت میں ہم عورتوں کو کوئی چیز شمار نہیں کرتے تھے، پھر جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں (کے حقوق) کا ذکر فرمایا تو ہمیں معلوم ہوا کہ ان کے ہمارے اوپر کچھ حقوق ہیں، لیکن اپنے معاملات میں ہم ان کو مداخلت کی اجازت نہیں دیتے تھے، ایک مرتبہ میرے اور میری بیوی کے درمیان کسی بات پر بحث ہو رہی تھی میں نے اسے سختی کے ساتھ جواب دیا کہ تمہیں یہ حق حاصل نہیں، اس نے کہا: آپ مجھے یہ کہتے ہیں اور آپ کی بیٹی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیتی ہے، میں (اپنی بیٹی) حفصہ کے پاس گیا اور اس سے کہا: بلاشبہ میں تجھے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی سے ڈراتا ہوں، اس کے بعد میں نے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس جا کر ان سے بھی یہی کہا، انہوں نے کہا: عمر! تم پر تعجب ہے کہ تم ہمارے معاملات میں تو مداخلت کرتے ہی رہتے تھے لیکن اب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج کے معاملات میں بھی مداخلت کرنے لگے ہو، انہوں نے میری تردید کی۔

انصار میں سے ایک شخص تھا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر نہ ہوتا تو میں حاضر ہوتا اور اسے جا کر ہونے والی باتیں بتاتا، جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہ ہوتا تو وہ حاضر ہوتا اور وہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی باتیں بتا دیتا، گرد و نواح کی ریاستوں کو مطیع کر لیا گیا تھا صرف شام میں غسان کے بادشاہ کے حملہ کا خطرہ باقی تھا، ایک دن انصاری نے آ کر کہا: کہ ایک بہت بڑا واقعہ رونما ہوا ہے، میں نے کہا کیا ہوا ہے کیا غسانی آ گیا ہے؟ اس نے کہا اس سے بھی بڑا واقعہ ہو گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، میں گیا تو تمام حجروں سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانے پر تشریف فرما تھے، بالا خانے کے دروازہ پر غلام تھا میں نے اس کے پاس آ کر کہا میرے لئے اجازت طلب کرو، میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں جن کے نشانات آپ کے پہلو پر نظر آ رہے ہیں اور سر کے نیچے کھال کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہے، چند کھالیں ٹنگی ہیں اور کھال رنگنے کے پتے رکھے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَذَكَرْتُ الَّذِيْ قُلْتُ لِحَفْصَةَ وَ اُمِّ سَلَمَةَ وَالَّذِيْ رَدَّتْ عَلَيَّ اُمُّ سَلَمَةَ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ماکان النبی ؐ یتجوز من اللباس، رقم:۵۸۴۳]

میں نے آپ ﷺ کو وہ بات بتائی جو میں نے حفصہ اور ام سلمہ (رضی اللہ عنہما) سے کہی تھی اور ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے مجھے جو جواب دیا تھا وہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

اور آپ انیتس روز بالاخانے پر رہے پھر نیچے اتر آئے۔

کل ہم کوچ کریں گے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں (دشمنوں کا محاصرہ کئے ہوئے) تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: ہم انشاء اللہ کل یہاں سے واپس روانہ ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض لوگوں نے کہا: ہم فتح حاصل کئے بغیر نہیں جائیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل بھی جنگ کرنا، دوسرے دن گھمسان کا رن پڑا اور بہت سے لوگ زخمی ہو گئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا اِنْشَآءَ اللهُ قَالَ فَسَكَتُوْا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [صحیح البخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحک، رقم:۶۰۸۶]

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل انشاء اللہ ہم یہاں سے کوچ کریں گے، لوگ خاموش رہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔

ہفتہ بھر بارانِ رحمت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی جمعہ کے روز اس وقت حاضر ہوا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں خطبہ دے رہے تھے، وہ عرض گزار ہوا بارش نہ ہونے کے سبب قحط پڑ گیا ہے، لہذا آپ اپنے رب سے بارش کی دعا کریں، آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہمیں کوئی بادل نظر نہیں آ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی دعا کی تو بادل کے ٹکڑے ایک دوسرے سے آ کر ملنے لگے، پھر بارش ہونے لگی یہاں تک مدینے کے ندی نالے بہنے لگے اور اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی، پھر (جمعہ کے دن) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے

دوران وہی آدمی یا کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: ہم تو غرق ہونے لگے، اپنے رب سے دعا کیجئے کہ اس بارش کو ہم سے روک لے۔

راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثاً فَجَعَلَ السَّحَابُ يَتَصَدَّعُ عَنِ الْمَدِيْنَةِ يَمِيْناً وَّ شِمَالاً [صحیح البخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحک، رقم:۶۰۹۳]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے پھر دو یا تین مرتبہ دعا کی، اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا اور ہمارے اوپر نہ برسا، تو بادل چھٹ کر مدینہ طیبہ کے دائیں بائیں جانے لگے۔

ہمارے ارد گرد بارش ہونے لگی اور ہمارے اوپر بارش بند ہو گئی، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز اور ان کی دعا کی قبولیت دکھاتا ہے۔

جنتی کی کھیتی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے اور آپ کے پاس ایک بدوی بیٹھا تھا کہ جنتیوں میں سے ایک آدمی اپنے رب سے کھیتی باڑی کی اجازت چاہے گا، اللہ فرمائے گا: کیا تو اپنی اس پسندیدہ حالت سے خوش نہیں؟ وہ عرض کرے گا کیوں نہیں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ کھیتی باڑی کروں، (اللہ تعالیٰ اس کی خواہش کو پورا فرمائے گا) آپ نے فرمایا: وہ بیج ڈالے گا، فصل اُگے گی، بڑی ہو گی اور کاٹنے کے قابل ہو جائے گی اور پہاڑ کے برابر اناج ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ابن آدم تجھے کوئی چیز سیر نہیں کر سکتی۔

بدوی کہنے لگا:

وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهٗ اِلَّا قُرَيْشِيًّا اَوْ اَنْصَارِيًّا فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ زَرْعٍ فَلَسْنَا بِاَصْحٰبِ زَرْعٍ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [صحیح البخاری، کتاب الحرث والمزارعہ، رقم:۲۳۴۸]

اللہ کی قسم وہ کوئی قریشی یا انصاری ہی ہو گا کیونکہ یہی زراعت کرتے ہیں ہم تو کاشتکاری کرتے ہی نہیں، (یہ سن کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔

درود اس پر تبسم جس کا گل کے مسکرانے میں درود اس پر کہ جس کا فیض ہے سارے زمانے میں

آخری نماز

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مسلمان پیر کے روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے کہ اچانک چونک اٹھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے پردہ ہٹا کر مسلمانوں کو ملاحظہ فرمارہے تھے، مسلمان صف بستہ تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَ ظَنَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ اَنْ يَّخْرُجَ اِلَى الصَّلٰوةِ [صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ا، رقم:۴۴۴۸۔ صحیح مسلم، رقم: ۹۴۴]

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے ہوئے ہنسے، اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تاکہ صف میں جاملیں ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید نماز کے لئے آنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی میں اپنی نماز توڑنے کا ارادہ کر لیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے اپنی نماز پوری کرنے کا فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں داخل ہوگئے اور پردہ چھوڑ دیا۔

رسول اللہ ا جب ہنستے تو دیواریں روشن ہو جاتیں ،یعنی دیواروں پر آپ کا نور چمکتا تھا۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل، مطبوعہ کراچی، ج۲، ص۱۹)

بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا جب سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے جس کے نام کا قرعہ نکلتا اسے ساتھ لے جاتے تھے، چنانچہ غزوہ بنو المصطلق کے موقع پر قرعہ اندازی میں میرا نام نکلا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی اس وقت پردہ کے احکام نازل ہو چکے تھے، مجھے ہودج (کجاوے) میں بٹھا کر ہودج اونٹ پر رکھ دیا جاتا اور جہاں قیام کیا جاتا میرا ہودج اتار دیا جاتا، ہم سفر کرتے رہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غزوہ سے فارغ ہو کر واپس لوٹے اور ہم مدینہ کے قریب آپہنچے، ایک رات آپ نے کوچ کا حکم دیا، کوچ کے وقت میں قضائے حاجت کے لئے گئی ہوئی

تھی، جب میں واپس اپنے ٹھکانے کی طرف آئی تو میرا نگینوں والا ہار گر گیا تھا، میں اپنا ہار ڈھونڈھنے نکلی، مجھے اس کی تلاش میں دیر ہو گئی، جو حضرات مجھے سوار کروانے پر مامور تھے، انہوں نے میرا ہودج اٹھا کر اونٹ پر کس دیا وہ یہی سمجھے کہ میں ہودج میں ہوں، ان دنوں عورتیں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں، بھاری بدن کی نہیں ہوتیں تھیں، کھانا کم کھاتیں تھیں، میری تو عمر بھی کم تھی اس لئے ان کو ہودج میں میرے نہ ہونے کا احساس نہ ہوا، اور وہ چل دیئے، مجھے لشکر کے روانہ ہونے کے بعد ہار مل گیا، میں لشکر کی قیام گاہ پر آئی تو وہاں کوئی پکارنے اور جواب دینے والا نہ تھا، میں اپنے ٹھکانے پر آ گئی اور یہ سوچا جب وہ مجھے نہیں پائیں گے تو میری طرف واپس آئیں گے، اسی دوران مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گئی۔

حضرت صفوان بن معطل سُلَّمی ذکوانی لشکر کے پیچھے تھے وہ منہ اندھیرے میرے ٹھکانے کے قریب آئے اور سوئے ہوئے انسان کی پرچھائیں دیکھی، وہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے، انہوں نے مجھے پہچان لیا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھا، میں ان کی آواز سے جاگ اٹھی اور منہ اپنے دوپٹے میں چھپا لیا خدا کی قسم میں نے ان سے ایک لفظ کہا نہ ان سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ کے سوا کوئی لفظ سنا، انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور اس کے اگلے پیر کو اپنے پیر میں دبائے رکھا میں سوار ہو گئی، وہ اونٹنی کو ہانکتے رہے یہاں تک کہ ہم دوپہر کے وقت گرمی کی شدت میں لشکر کے پڑاؤ پر آ گئے، پس جس نے ہلاک ہونا تھا وہ (تہمت لگا کر) ہلاک ہوا، اس بہتان کی سرپرستی کرنے والا عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا، ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو میں ایک ماہ تک بیمار رہی، لوگ بہتان لگانے والوں کی بات کا چرچا کرتے رہے مجھے اس کا قطعاً کوئی علم نہ تھا، البتہ ایک بات مجھے کھٹکتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری علالت کے دوران جو شفقت و عنایت فرماتے تھے وہ مفقود تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے، سلام کرتے اور دریافت فرماتے: تمہارا کیا حال ہے؟ پھر واپس تشریف لے جاتے، اس سے مجھے شک گزرتا، ورنہ مجھے اور کچھ پتہ نہ تھا۔

بیماری کی نقاہت کے بعد ایک مرتبہ میں ام مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے مدینہ سے باہر گئی، ہم رات کے وقت قضائے حاجت کے لئے باہر جایا کرتی تھیں اس وقت تک گھر کے پاس بیت الخلا نہیں ہوتے تھے کیونکہ ہم ان سے تکلیف محسوس کرتے تھے اور ہم اہل عرب کے دستور کے مطابق جنگل میں جایا کرتے تھے، ام مسطح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن تھیں (یہ ابو رہم بن عبد مناف کی بیٹی تھیں، ان کی والدہ بنت صخر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں) مسطح بن اثاثہ ان کا بیٹا تھا، میں اور ام مسطح واپس گھر واپس آ رہی تھیں کہ ان کا پاؤں چادر میں الجھا جس کے باعث وہ گرنے لگیں تو اس نے کہا: مسطح ہلاک ہو، میں نے کہا: آپ نے بری بات کہی ہے ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں جو اہل بدر میں سے ہے، ام مسطح نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا اس نے کیا کہا ہے؟ میں نے

کہا: کیا کہا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے مجھے بہتان باندھنے والوں کی بات بتادی۔ اس سے میری بیماری میں روز بروز اضافہ ہونے لگا، جب میں اپنے گھر لوٹ آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، سلام کیا اور حال دریافت فرمایا تو میں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اپنے والدین کے ہاں جانے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں، اور میں چاہتی تھی کہ ان سے اس خبر کی تصدیق کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی، میں اپنے والدین کے ہاں آئی تو میں نے اپنی والدہ سے کہا: امی! لوگ کیا باتیں بنارہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میری بچی! تو غم نہ کر جب کوئی خاتون پاکیزہ صورت ہو اس کا خاوند اسے چاہتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو عموماً اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں، میں نے کہا: سبحان اللہ! لوگ کتنی بڑی بات کہنے لگے، اور میں اس رات میں صبح تک روتی رہی میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی یہاں تک کہ روتے روتے صبح ہو گئی۔

نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو بلایا تاکہ اپنی بیوی کو جدا کرنے کے بارے میں ان سے مشورہ لیں، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے رائے دیتے ہوئے یہ اشارہ کیا کہ وہ اہل بیت کی برأت سے بخوبی واقف ہیں اور محبت کے باعث آپ انہیں ذاتی طور پر بھی جانتے ہیں، سو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کی زوجہ محترمہ میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ پر تنگی نہیں فرمائے گا اور عورتیں عائشہ کے سوا بہت ہیں، رہی حقیقت تو وہ بریرہ لونڈی کو بلا کر دریافت فرمایئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلا کر پوچھا: اے بریرہ! کیا تم نے عائشہ میں کوئی شک والی بات دیکھی ہے؟ بریرہ نے کہا: نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے تو ان میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی جس سے ان پر حرف گیری کروں، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ کم سن لڑکی ہے، کبھی آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی کے خلاف مدد چاہی، اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر ارشاد فرمایا: اے مسلمانو! اس شخص کے مقابلہ میں کون میری مدد کرتا ہے جس نے میری اہلیہ کے بارے میں مجھے اذیت پہنچائی ہے، بخدا میں اپنے اہل کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا، اور انہوں نے جس شخص کا ذکر کیا میں اس میں خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانتا، اور وہ میرے گھر میں کبھی میرے بغیر داخل نہیں ہوا، حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں، اگر اس کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے میں اس کی گردن اڑادوں گا، اور اگر اس کا تعلق ہمارے بھائی قبیلہ خزرج سے ہے تو جس طرح آپ حکم فرمائیں آپ کے ارشاد کی تعمیل کی جائے گی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی

ہیں: اس پر قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (حالانکہ وہ نیک آدمی تھے لیکن قبائلی حمیت کے باعث) کھڑے ہوئے اور کہا: سعد! تم نے غلط کہاہے خدا کی قسم! تم اسے قتل نہیں کروگے نہ اسے قتل کرسکتے ہو، تب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، بخدا ہم اس کو ضرور قتل کریں گے، تم منافق ہو منافقوں کی طرف سے جھگڑ رہے ہو، اس بات پر اوس و خزرج دونوں قبیلوں والے کھڑے ہو گئے اور باہم لڑائی پر آمادہ ہو گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہو کر انہیں برابر خاموش ہونے کا فرماتے رہے یہاں تک کہ لوگ خاموش ہو گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خاموشی اختیار فرمالی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتی ہیں: اس روز بھی میری یہی حالت تھی کہ میرے آنسو تھمتے تھے نہ ہی نیند آتی تھی، میرے والدین نے میرے ساتھ صبح کی، مجھے روتے ہوئے دو راتیں اور ایک دن گزر چکا تھا آنسو تھمتے تھے نہ نیند آتی تھی، میرے والدین کا خیال تھا کہ روتے روتے میرا کلیجا پھٹ جائے گا، اتنے میں ایک انصاری خاتون نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی میں نے اجازت دی وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی، اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے، تہمت کے بعد سے اب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک مہینے سے آپ کو میرے متعلق وحی نہیں آئی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر اللہ کی وحدانیت کی گواہی دی پھر فرمایا: اے عائشہ: مجھے تمہارے متعلق اس اس طرح کی بات پہنچی ہے اگر تم اس سے بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بری فرما دے گا اور اگر تم اس گناہ میں ملوث ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت طلب کرو اور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرلے پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات مکمل فرما چکے تو میرے آنسو تھم گئے یہاں تک کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوتا تھا، میں نے اپنے والد سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں؟ میں خود عرض گزار ہوئی حالانکہ میں کم سن لڑکی تھی اور میں نے قرآن مجید بھی زیادہ نہیں پڑھا ہوا تھا: خدا کی قسم میں جانتی ہوں لوگوں سے سن کر یہ بات آپ لوگوں کے دلوں میں سما گئی ہو گی اور آپ لوگوں نے اسے سچا سمجھا ہو گا، اب اگر میں یہ کہوں کہ میں اس تہمت سے بری ہوں اور اللہ جانتا ہے میں اس سے بری ہوں تو آپ میری تصدیق نہیں کریں گے، اور اگر میں اس کا اعتراف کرلوں حالانکہ خدا جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ لوگ ضرور میری تصدیق کریں گے، اللہ کی قسم مجھے تو یہی نظر آتا ہے کہ میری اور آپ کی

مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے والد جیسی ہے، انہوں نے فرمایا تھا: صبر اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر میں منہ پھیر کر اپنے بستر پر لیٹ گئی اور مجھے اس وقت یقین تھا کہ میں اس سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور میری برأت کو ظاہر فرمائے گا، لیکن اللہ کی قسم! مجھے یہ خیال نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی نازل فرمائے گا جو تلاوت کی جائے گی، مجھے یہ امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری برأت کے بارے میں خواب دکھایا جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ مجھے اس تہمت سے بری فرمائے گا۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی وہیں تشریف فرما تھے اور گھر والوں میں سے کوئی باہر نہیں گیا تھا کہ آپ پر وحی کا نزول ہونے لگا اور معمول کے مطابق آپ پر نزول وحی والی کیفیت طاری ہو گئی، یہاں تک کہ آپ کے جسم سے موتیوں کی طرح پسینہ ٹپکنے لگا، سردیوں کے دنوں میں بھی ثقل وحی کی وجہ سے آپ سے پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُرِّيَ عَنْهُ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ أَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ بَرَّأَكِ [صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لولا اذ سمعتموہ، رقم: ۴۷۵۰]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہو چکا اور وہ کیفیت ختم ہو گئی تو آپ ہنس رہے تھے اور پہلی بات جو آپ نے ارشاد فرمائی یہ تھی: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں (اس الزام سے) بری فرما دیا ہے۔

میری والدہ نے مجھے کہا: کھڑی ہو اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو، میں نے کہا: اللہ کی قسم میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کروں گی بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ O لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ O لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ O وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ O اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ O وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ O یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ O وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ O اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ O [النور: ۱۱-۲۰]

بے شک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر) تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک گروہ ہے، تم اس (تہمت) کو اپنے لئے شر نہ سمجھو بلکہ وہ (مآل کے اعتبار سے) تمہارے لئے خیر ہے، اس گروہ میں سے ہر فرد کے لئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور جس شخص نے ان میں سے اس (تہمت) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ جب تم نے اس (تہمت) کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہیں کیا اور یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے۔ (تہمت لگانے والے) اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نے جس (تہمت) کا چرچا کیا تھا اس کی وجہ سے تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ جب تم یہ (تہمت) اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے رہے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت سنگین بات تھی۔ تم نے اس (تہمت) کو سنتے ہی یہ کیوں نہ کہا ایسی بات کرنا ہمارے لئے جائز نہیں ہے، اے اللہ تو پاک ہے یہ بہت عظیم بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات کبھی بھی نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔ اور اللہ تمہارے لئے آیتیں بیان فرمارہا ہے اور اللہ بہت علم والا بہت حکمت والا ہے۔ بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ بہت شفیق اور بے حد مہربان ہے (تو تم پر عذاب آجاتا)۔

جب اللہ تعالیٰ نے میری برأت میں یہ آیات نازل فرمائیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ پر خرچ کرنا بند کر دیا، آپ پہلے مسطح سے رشتہ داری اور اس کے فقر و فاقہ کی وجہ سے اس پر خرچ کرتے تھے اور کہا: بخدا اس نے عائشہ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کی وجہ سے اب میں کبھی بھی اس پر خرچ نہیں کروں گا، تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﳚ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O [النور:۲۲]

اور تم میں سے اصحابِ فضل اور اربابِ وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، ان کو چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں بخدا میں اسے محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادے، اور حسبِ سابق مسطح رضی اللہ عنہ پر خرچ کرنے لگے اور کہا: اللہ کی قسم! میں اسے کبھی بھی خرچ دینا بند نہیں کروں گا۔

اہلِ جنت کی مہمانی

حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین قیامت کے دن ایک روٹی کی مانند ہو گی جس کو رب جبار اپنے دست قدرت سے اس طرح الٹ پلٹ دے گا جس طرح تم دستر خوان پر روٹی کو اکٹھا کر لیتے ہو، یہ اہل جنت کی مہمانی کے لئے ہو گا۔ پھر ایک یہودی نے آکر کہا: اے ابو القاسم! اللہ آپ کو برکت دے کیا میں آپ کو اہل جنت کی مہمانی کے بارے میں نہ بتاؤں، آپ نے فرمایا: ہاں بتاؤ، اس نے کہا کہ زمین ایک روٹی کی طرح ہو گی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔

حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا ثُمَّ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ [صحیح البخاری، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، رقم:۲۱۵۱]

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا اور اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔

پھر ارشاد فرمایا: کیا تمہیں جنتیوں کا سالن نہ بتاؤں؟ ان کا سالن بالام اور نون کے ساتھ ہو گا، صحابہ نے عرض کیا: یہ کیا ہو گا؟ فرمایا: بیل اور مچھلی، جن کی کلیجی کے ایک ٹکڑے سے ستر ہزار آدمی کھائیں گے۔

سب سے پہلا گنہگار جنتی

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں بخوبی جانتا ہوں جو (گنہگار مسلمانوں میں سے) سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گا اور اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا، قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس سے اس کے بڑے بڑے گناہ چھپائے جائیں گے، پھر اس سے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کام کیا تھا، وہ اقرار کرے گا اور کسی گناہ کا انکار نہیں کرے گا اور اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا

ہو گا، پھر کہا جائے گا اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں اس کو ایک نیکی دے دو، تو وہ بول اٹھے گا میرے تو اور بھی گناہ ہیں جن کو میں نے یہاں نہیں دیکھا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَلَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنیٰ اہل الجنۃ منزلۃ فیہا، رقم:۳۱۴، ۳۱۵۔ جامع ترمذی، باب منہ قصۃ اخر اھل النار خروجا، رقم ۲۵۹۶۔ مسند امام احمد بن حنبل، رقم:۲۰۸۸۵]

پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر ہنستے دیکھا کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

اندازِ کرم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، آپ موٹے کنارے والی ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، اچانک ایک بدّو آیا اور اس نے آپ کی چادر زور سے کھینچی، میں نے دیکھا اس کی وجہ سے آپ کی گردن پر نشان پڑ گیا، پھر کہنے لگا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضَحِکَ ثُمَّ اَمَرَلَہٗ بِعَطَاءٍ [صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب من سال بفحش وغلظۃ، رقم:۲۴۲۶، ۲۴۲۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے، آپ ہنسے اور آپ نے اس کو دینے کا حکم فرمایا۔

سورۃ الکوثر کا نزول

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، اچانک آپ کو اونگھ آ گئی پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا، ہم نے عرض کیا:

مَآ اَضْحَکَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ نَزَلَتْ عَلَیَّ اٰنِفًا سُوْرَۃٌ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ O فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ O اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ O [صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب حجۃ من قال البسملۃ اٰیۃ من اوائل سورۃ، رقم:۸۹۲]

یارسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں، آپ نے فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ O فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ O اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ O ((اے حبیب) بیشک ہم نے آپ کو خیرِ کثیر عطا فرمائی۔ تو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔ بے شک آپ کا دشمن ہی (ہر خیر سے محروم) بے نسل ہے)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: وہ دریا ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اس میں بڑی خیر ہے، وہ ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت کے لوگ (پانی پینے کے لیے) آئیں گے، اس کے برتن ستاروں جتنے ہیں، ان میں سے ایک بندے کو حوض سے ہٹایا جائے گا تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ میری امت میں سے ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ نہیں جانتے اس نے آپ کے بعد کیا اختراع کر لیا تھا۔

سب سے آخری جنتی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سب سے آخر میں جنت میں جائے گا وہ گرتا پڑتا اور گھسٹتا ہوا جہنم سے اس حال میں نکلے گا کہ آگ اسے جلا رہی ہو گی، جب وہ جہنم سے نکل جائے گا تو پلٹ کر جہنم کی طرف دیکھے گا اور جہنم سے کہے گا: وہ بڑی برکت والا ہے جس نے مجھے تجھ سے نجات عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ اوّلین و آخرین میں سے کسی کو بھی ایسی نعمت عطا نہیں فرمائی ہو گی (کہ مجھے تیرے عذاب سے نجات بخشی)

پھر اس کے لیے ایک درخت بلند کیا جائے گا وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کروں اور اس (کے پھلوں) سے پانی پیوں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اگر میں تجھے یہ عطا کر دوں تو پھر تو کوئی اور سوال نہیں کرے گا، وہ کہے گا: نہیں اے میرے رب، اور اللہ تعالیٰ اس سے سوال نہ کرنے کا عہد فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائے گا کیونکہ وہ (بندہ) ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن پر صبر کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو گا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا وہ اس کے سایے میں آرام کرے گا اور اس کے پھلوں سے پیاس بجھائے گا۔

پھر اس کے لئے ایک اور درخت ظاہر کیا جائے گا جو پہلے درخت سے کہیں زیادہ خوبصورت ہو گا، وہ شخص عرض کرے گا: اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کا پانی پیوں اور اس کا سایہ حاصل کروں، اب میں اور کوئی سوال نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے یہ عہد نہیں

کیا تھا کہ تو مجھ سے کوئی اور سوال نہیں کرے گا؟ اور اب اگر میں نے تجھے اس درخت تک پہنچا دیا تو تو پھر مجھ سے کوئی اور سوال کرے گا، اللہ تعالیٰ پھر اس سے عہد لے گا کہ وہ اور کوئی سوال نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو معذور جانے گا کیونکہ وہ ایسی نعمتیں دیکھے گا جن کے بغیر صبر نہیں ہو سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا وہ اس کے سایہ میں آرام کرے گا اور اس کے پانی سے سیر اب ہو گا۔

پھر اس کو جنت کے دروازہ پر ایک درخت دکھایا جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ حسین ہو گا، تب وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تا کہ میں اس کے سایہ سے سایہ حاصل کروں اور اس کے پانی سے پیوں، اور اس کے بعد میں اور کوئی سوال نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو اس کے بعد مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں اس کے بعد آپ سے اور کوئی سوال نہیں کروں گا، اور اللہ تعالیٰ اس کو معذور قرار دے گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن پر اس کو صبر نہیں آسکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے قریب کر دے گا جب وہ شخص اس درخت کے قریب پہنچے گا تو اہل جنت کی آوازیں سنے گا وہ پھر عرض کرے گا: اے میرے رب! مجھے اس جنت میں داخل فرما دے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرے سوالوں کو کیا چیز روک سکتی ہے کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تجھے (جنت میں) دنیا اور اس جتنی اور جگہ عطا کر دوں؟ وہ شخص عرض کرے گا: اے میرے رب! تو مجھ سے مزاح فرماتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے، یہ حدیث سنا کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہنسے اور کہا تم نے مجھ سے پوچھا نہیں کہ میں کیوں ہنسا؟ لوگوں نے کہا: بتلایئے آپ کیوں ہنسے؟ تو انہوں نے کہا:

هٰكَذَا ضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لِمَ تَضْحَكُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ حِيْنَ قَالَ اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ، فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَا اَسْتَهْزِئُ مِنْكَ وَلٰكِنِّيْ مَا اَشَآءُ قَادِرٌ۔ [صحیح مسلم، باب اخراج اہل النار خروجاً، رقم:۴۶۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سنا کر اسی طرح ہنسے تھے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنسے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کی وجہ سے، جب اس شخص نے کہا آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں حالانکہ آپ رب العالمین ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا لیکن میں اپنی چاہت پر قادر ہوں۔

انوکھا خواب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا: یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا سر کاٹ دیا گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِذَا لَعِبَ الشَّيْطَانُ بِأَحَدِكُمْ فِي مَنَامِهِ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ۔ [صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، باب لایخبر بتلعب الشیطان بہ فی المنام، رقم:۵۹۲۷]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا جب شیطان تم میں سے کسی کے ساتھ خواب میں چھیڑ چھاڑ کرے تو وہ لوگوں کو نہ بتاؤ۔

دوسری روایت میں ہے اعرابی نے کہا: میرا کٹا ہوا سر لڑھکتا جارہا ہے اور میں اس کے پیچھے دوڑ رہا ہوں۔ [صحیح مسلم، رقم:۵۹۲۶]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، جب کوئی شخص اچھا خواب دیکھے تو اپنے محبوب فرد کو بتائے، اور اگر کوئی شخص برا خواب دیکھے تو تین بار بائیں طرف تھوک دے اور شیطان اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے، یہ خواب اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ [صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، رقم:۵۹۰۳]

اعضاءِ بدن کی گواہی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا أَضْحَكُ؟ قَالَ قُلْنَا اَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ [صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنۃ للکافر، رقم:۷۴۳۹]

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ ہنس دیئے، پھر فرمایا: جانتے ہو میں کس لئے ہنسا ہوں ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: مجھے بندے کی اپنے رب سے بات پر ہنسی آتی ہے، بندہ کہے گا اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی، رب فرمائے گا کیوں نہیں، بندہ کہے گا میں اپنے خلاف اپنے سوا اور کسی کی گواہی کو جائز نہیں سمجھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: آج تمہارے خلاف تمہاری اپنی گواہی کافی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہے، آپ نے فرمایا: پھر اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کے اعضاء

بدن سے کہا جائے گا بولو، پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال بیان کریں گے، آپ نے فرمایا: پھر اس کے اور (اعضاء کے) کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا تو وہ (اپنے اعضاء سے) کہے گا: دور ہوں، دفع ہوں، میں تو تمہارے ہی دفاع میں بول رہا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے بولنے کو کہا جائے گا تو اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال بیان کریں گے۔ یہ شخص منافق ہو گا، اللہ کی ناراضی کا شکار ہو گا۔[صحیح مسلم، رقم: ۷۴۳۸]

دجال مدینہ طیبہ میں داخل نہ ہو سکے گا

حضرت عامر بن شراحیل نے ضحاک بن قیس کی بہن حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے سوال کیا، (فاطمہ بنت قیس اولین ہجرت کرنے والوں میں سے تھیں) کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، انہوں نے کہا اگر تم چاہتے ہو تو سنا دیتی ہوں، عامر نے کہا: سنائیں، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرا نکاح قریش کے منتخب جوان ابن المغیرہ (رضی اللہ عنہ) سے ہوا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلے جہاد میں شہید ہو گئے، جب میں بیوہ ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب کے ساتھ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے غلام زادے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا، اور میں یہ حدیث سن چکی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اسامہ سے محبت کرے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں مجھ سے گفتگو فرمائی میں نے کہا: میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے سو آپ جس سے چاہیں میرا نکاح کر دیں، آپ نے فرمایا: تم ام شریک کے گھر منتقل ہو جاؤ، ام شریک انصار کی ایک مالدار خاتون تھیں، راہ خدا میں بہت خرچ کرتی تھیں، ان کے ہاں مہمان آتے رہتے تھے، میں نے کہا: میں عنقریب ایسا ہی کروں گی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کرنا کیونکہ ام شریک کے ہاں بہت مہمان آتے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ کبھی تمہارے سر سے دوپٹہ اتر جائے یا تمہاری پنڈلیوں سے کپڑا ہٹ جائے تو لوگ تمہارے جسم کا وہ حصہ دیکھ لیں جو تمہیں ناگوار ہو، البتہ تم اپنے چچازاد عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم کے پاس منتقل ہو جاؤ (ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے، وہ اور فاطمہ بنت قیس دونوں قریش کے خاندان بنو فہر سے تھے) تو میں ان کے گھر چلی گئی۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی یہ ندا سنی: نماز کی جماعت ہونے والی ہے، میں مسجد میں گئی اور میں نے مردوں سے متصل عورتوں کی صف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی:

فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَہٗ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَھُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مُصَلَّاہُ۔ [صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب قصۃ الجساسۃ، رقم: ۷۳۸۶]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو آپ ہنستے ہوئے منبر پر بیٹھ گئے اور فرمایا: ہر شخص اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہے۔

پھر فرمایا: جانتے ہو میں نے تمہیں کس لئے اکٹھا کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: بخدا میں نے تمہیں کسی چیز کی رغبت دلانے اور کسی چیز سے ڈرانے کے لئے جمع نہیں کیا، میں نے تم کو صرف اس لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری ایک نصرانی شخص تھے وہ میرے پاس آئے بیعت کی اور مسلمان ہو گئے، انہوں نے مجھے ایسی خبر دی جو اس خبر کے مطابق ہے جو میں تمہیں مسیح دجال کے سلسلے میں بیان کر چکا ہوں۔

تمیم داری نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ وہ بنو لخم اور بنو جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے، ایک ماہ تک سمندری موجیں ان کے ساتھ کھیلتی رہیں، پھر ایک دن غروب آفتاب کے وقت وہ ایک جزیرہ پر پہنچے اور چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ میں داخل ہوئے، وہاں انہیں ایک جاندار ملا جس کے موٹے گھنے بال تھے، بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے منہ اور پشت کا پتہ نہیں چلتا تھا، لوگوں نے کہا: ارے کم بخت: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جسّاسہ ہوں، انہوں نے کہا: کیسا جسّاسہ؟ وہ بولا: لوگو گرجے میں اس شخص کے پاس چلو جو تمہاری خبر کا مشتاق ہے، جب اس نے ایک آدمی کا نام لیا، ہم اس سے ڈرے کہ کہیں یہ شیطان (جن) نہ ہو، پھر ہم جلدی سے گئے اور گرجا میں داخل ہو گئے، وہاں واقعی ایک بہت بڑا آدمی تھا، ہم نے اس سے پہلے اتنا بڑا آدمی نہیں دیکھا تھا، اس کے دونوں ہاتھ گردن سے باندھے ہوئے تھے اور وہ گھٹنوں سے ٹخنوں تک زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، ہم نے کہا: کم بخت تو کون ہے؟ اس نے کہا: جب تم میرے حال سے واقف ہو ہی گئے ہو، اب تم یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم عرب لوگ ہیں ہم ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے تھے، اتفاق سے سمندر جوش میں تھا ایک ماہ تک سمندری موجیں ہم سے کھیلتی رہیں بالآخر ہم تمہارے جزیرے تک آ پہنچے، ہم چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ میں داخل ہوئے تو ہمیں بکثرت موٹے اور گھنے بالوں والا جاندار ملا جس کے بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے منہ اور پشت کا پتہ نہیں چلتا تھا، ہم نے اس سے کہا: کم بخت تو کون ہے؟ اس نے کہا میں جسّاسہ ہوں، ہم نے پوچھا: کیسا

جسّاسہ؟ وہ بولا: گرجے میں جو شخص موجود ہے اس کے پاس جاؤ وہ تمہاری خبریں معلوم کرنے کا بہت مشتاق ہے، سو ہم جلدی سے تمہارے پاس آئے، ہم اس سے خوف زدہ تھے، ہمیں اس کے شیطان ہونے کا خدشہ تھا۔

اس شخص نے ہم سے کہا: مجھے بیسان (فلسطین میں بکثرت کھجوروں والا شہر) کے نخلستان کے بارے میں بتاؤ، ہم نے کہا: تم اس کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں یہ پوچھ رہا ہوں کیا اس کی کھجوروں میں پھل آ گئے ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں، اس نے کہا: عنقریب اس میں پھل نہیں آئیں گے، پھر اس نے کہا: مجھے طبرستان (فلسطین اور اردن کے درمیان بحیرہ) کے سمندر کی خبر دو، ہم نے کہا: تم اس کے متعلق کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟ اس نے پوچھا: کیا اس سمندر میں پانی ہے؟ لوگوں نے کہا: اس میں بہت پانی ہے، اس نے کہا: عنقریب اس کا پانی خشک ہو جائے گا، پھر اس نے کہا تم مجھے زغر کے چشمے کی خبر دو، لوگوں نے کہا: تم اس کے متعلق کس قسم کی خبر جاننا چاہتے ہو؟ کہا: کیا زغر کے چشمہ میں پانی ہے اور لوگ اس کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں اس میں بہت پانی ہے اور وہاں کے لوگ اس کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔

اس نے کہا: مجھے اُمّی لوگوں کے نبی کے متعلق بتاؤ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا: وہ مکہ سے نکل کر یثرب (مدینہ منورہ) میں آئے ہیں، اس نے دریافت کیا: کیا عربوں نے ان سے جنگ کی ہے؟ ہم نے کہا: ہاں، اس نے کہا: اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے کیا سلوک کیا ہے؟ ہم نے کہا: وہ اپنے قریب کے عربوں پر غالب آ گئے ہیں اور انہوں نے اس کی اطاعت کر لی ہے، اس نے کہا: یہ ہو گیا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں، اس نے کہا: ان کے لئے اس کی اطاعت کرنا ہی بہتر تھا۔

اور میں تم کو اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ میں مسیح (دجّال) ہوں، عنقریب مجھے خروج کی اجازت دی جائے گی اور میں نکل کر تمام زمین کی سیر کروں گا اور چالیس روز میں مکہ اور مدینہ کے سوا ہر بستی میں جاؤں گا، کیونکہ ان دونوں بستیوں میں داخلہ مجھ پر حرام کر دیا گیا ہے، میں جب بھی ان میں سے کسی ایک جگہ جانا چاہوں گا فرشتہ تلوار سونتے مجھے روک دے گا، اور ان کی ہر گھاٹی پر فرشتوں کا پہرہ ہے۔

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی منبر پر مار کر فرمایا: یہ (یعنی مدینہ منورہ) طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے۔ سنو! کیا میں نے تم سے پہلے ہی یہ چیزیں بیان نہیں کی تھیں؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: مجھے تمیم کی اس خبر سے خوشی ہوئی کیونکہ یہ اس خبر کے مطابق ہے جو میں تم کو اس (دجّال) کے متعلق دے چکا ہوں، اور مکہ اور مدینہ کے متعلق دی ہوئی خبروں کی بھی اس میں تصدیق ہے۔

سنو! دجال شام یا یمن کے سمندر میں ہے، نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے، مشرق کی جانب ہے، مشرق کی جانب ہے اور آپ نے ہاتھ سے مشرق کی سمت اشارہ فرمایا۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث یاد رکھی ہے۔

اے اُنَیس! تم وہاں گئے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے بھیجا، میں نے کہا بخدا میں نہیں جاؤں گا، حالانکہ میرے دل میں تھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا کام کرنے ضرور جاؤں گا، میں چلا گیا، میں بازار میں کھیلنے والے لڑکوں کے پاس سے گزرا (تو ان کو دیکھنے لگا) پھر کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری گدی پکڑی ہوئی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَنَظَرْتُ اِلَیْہِ وَ ھُوَ یَضْحَکُ فَقَالَ یَا اُنَیْسُ! اَ ذَھَبْتَ حَیْثُ اَمَرْتُکَ [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کان رسول اللہ ااحسن الناس خلقاً، رقم:۶۰۱۵]

میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے اُنَیس! تم وہاں گئے جہاں میں نے کہا تھا؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! میں جا رہا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر آپ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! انس سمجھ دار لڑکا ہے یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ اللہ کی قسم! میں نو سال سفر اور حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم رہا مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کوئی کام کیا ہو اور آپ نے یہ فرمایا ہو کہ تم نے اس اس طرح کیوں کیا ہے؟ یا کوئی کام نہ کیا ہو اور آپ نے یہ فرمایا ہو کہ تم نے اس اس طرح کیوں نہیں کیا؟۔ [صحیح مسلم، رقم: ۶۰۱۳، ۶۰۱۴]

پروں والا گھوڑا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا غزوۂ خیبر سے واپس تشریف لائے، طاق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیائیں پڑی تھیں، ہوا سے طاق کا پردہ ہٹا تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے دریافت فرمایا: عائشہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میری گڑیائیں ہیں، آپ نے گڑیاؤں کے درمیان کپڑے کے دو پر ملاحظہ فرمائے اور پوچھا: ان کے درمیان میں یہ کیا ہے؟ کہا گھوڑا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے کے پر؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا آپ نے نہیں سنا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پروں والے گھوڑے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَضَحِكَ حَتّٰى رَاَیْتُ نَوَاجِذَهٗ۔ [سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب اللعب بالبنات، رقم:۴۹۳۲]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتی کہ میں نے آپ کی داڑھیں دیکھ لیں۔

سواری کی دعا

حضرت علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، آپ کے پاس سواری کے لئے جانور لایا گیا، آپ نے رکاب میں پاؤں رکھا تو بسم اللہ کہا، جب اس کی پیٹھ پر بیٹھ گئے تو الحمد للہ کہا پھر یہ دعا پڑھی:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ O وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ O [الزخرف:۱۴،۱۳]

وہ ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے لئے مسخر کر دیا، اور ہم ایسے نہیں تھے کہ ان کو اپنے بس میں کر لیتے۔ اور ہم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پھر تین مرتبہ الحمد للہ اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا، پھر یہ دعا پڑھی:

سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔

پاک ہے تو (اے اللہ) بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو میری مغفرت فرما دے کہ تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔

پھر ہنس پڑے، میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ کس وجہ سے ہنسے، آپ نے جواب دیا:

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِكْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَبَّكَ لَیُعْجِبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَیْرُكَ

[جامع ترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء مایقول اذا رکب دابۃ: رقم ۳۴۴۶۔ مسند امام احمد، رقم:۷۵۳۔]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا جس طرح میں نے کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تیرا پروردگار اپنے بندے سے ضرور اس وقت خوش ہوتا ہے جب بندہ کہتا ہے: اے میرے رب! میرے گناہوں کی مغفرت فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے۔

میں نے مٹی میں لوٹیں لگائیں

حضرت عبدالرحمن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا: امیر المؤمنین! کبھی کبھی ہمیں مہینہ دو مہینہ تک (وضو اور غسل کے لئے) پانی نہیں ملتا، (تو ہم کیا کریں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اگر پانی نہ ملے تو پانی نہ ملنے تک نماز نہیں پڑھوں گا، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین! آپ کو یاد ہے ہم فلاں فلاں جگہ پر اونٹ چرا رہے تھے کہ ہم جُنبی ہو گئے، (نہانے کی حاجت ہوئی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو میں نے مٹی میں لوٹیں لگائیں:

فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ فَقَالَ اِنْ كَانَ الصَّعِيْدُ لَكَافِيْكَ وَضَرَبَ بِكَفَّيْهِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ نَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَ بَعْضَ ذِرَاعَيْهِ [سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب نوع اٰخر من التیمم و النفخ فی الیدین، رقم:۳۱۷]

پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (ماجرا سنایا) تو آپ ہنس پڑے اور فرمایا: تجھے مٹی ہی کافی تھی اور آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر مار کر ان میں پھونکا پھر اپنے چہرہ اور کلائیوں کے بعض حصہ کا مسح فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: اے عمار! اللہ سے ڈرو، عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین! اگر آپ پسند کریں تو میں یہ حدیث بیان نہ کروں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، لیکن جو کچھ آپ بیان کرتے ہیں اس کے آپ ذمہ دار ہیں۔

اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ ذات السّلاسل کی ایک ٹھنڈی رات میں مجھے احتلام ہو گیا، مجھے خوف محسوس ہوا کہ غسل کرنے سے میں ہلاک ہو جاؤں گا، سو میں نے تیمم کر کے اپنے ساتھیوں کو

فجر کی نماز پڑھائی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو! تونے اپنے ساتھیوں کو جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی؟ میں نے غسل نہ کرنے کی وجہ بیان کی اور عرض کیا:

اِنِّیْ سَمِعْتُ اللّٰہَ یَقُوْلُ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَقُلْ شَیْئًا [سنن ابی داوٗد، کتاب الطہارۃ، باب اذا خاف الجنب البرد، رقم ۳۳۴۔ مسند امام احمد، رقم ۱۷۳۵۶]

میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے،[النساء:۲۹] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور مزید کچھ نہیں فرمایا۔

> علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:
> جب نبی کریم ﷺ ہنستے تو آپ کے دندانِ مبارک یوں چمکتے جیسے بادلوں کی اوٹ سے بجلی کوندی ہو۔ آپ ﷺ لوگوں کی طرح کھل کھلا کر نہیں ہنستے تھے۔
> (وسائل الوصول)

تمہارا تکیہ تو بڑا لمبا چوڑا ہے

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب آیت کریمہ: حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ (یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے) نازل ہوئی تو میں نے سفید اور سیاہ رنگ کی موٹی ڈوریاں لے کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیں، میں دیکھتا رہا مگر مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ (میں اندھیرے کی وجہ سے ڈوریوں میں امتیاز نہ کر سکا)۔

فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضَحِکَ فَقَالَ اِنَّ وِسَادَکَ اِذًا لَطَوِیْلٌ وَعَرِیْضٌ اِنَّمَا ھُوَ اللَّیْلُ وَ النَّھَارُ [سنن ابی داوٗد، کتاب الصوم، باب وقت السحور، رقم:۲۳۴۹]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ ہنس دیئے اور فرمایا: تمہارا تکیہ تو بڑا لمبا چوڑا ہے (اس کے نیچے رات اور دن دونوں آگئے) اس (سفید و سیاہ دھاگہ) سے رات اور دن مراد ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے میرا کان مروڑا اور ہنس دیئے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہمارے ساتھ کچھ اعرابی بھی تھے، ہم پانی کی طرف جلدی پہنچنے کی کوشش کرتے تھے، اعرابی بھی پانی تک جلدی پہنچنے کی کوشش کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے پانی پر قبضہ کر کے حوض بھر لیا اور اس کے ارد گرد پتھر رکھ دیئے اور اس پر چمڑا پھیلا دیا تاکہ اس کے ساتھی آجائیں (اور پانی لیں) ایک انصاری آیا اور اپنی اونٹنی کو وہاں سے پانی پلانا چاہا، اعرابی نے روکا، انصاری نے پلانے پر زور دیا، اعرابی نے لکڑی اٹھا کر انصاری کے سر پر مار دی جس سے انصاری کا سر زخمی ہو گیا، یہ چونکہ عبد اللہ بن اُبی رئیس المنافقین کا ساتھی تھا اس نے عبد اللہ کو تمام ماجرا سنایا، عبد اللہ بن اُبی نے بگڑ کر کہا: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں یہ (بھوک کے مارے خود ہی) بھاگ جائیں گے، یہ لوگ کھانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجاتے تھے (اور کھالیا کرتے تھے) عبد اللہ بن اُبی نے کہا: جب اعرابی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے چلے جائیں تب تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کھانا دیا کرو، تاکہ آپ اور آپ کے ساتھی کھالیں، پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: اب جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو جو عزت والے ہیں ذلیلوں کو نکال دیں گے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف (ہم رکاب) تھا میں نے عبد اللہ بن اُبی کی بات سن لی، میں نے اپنے چچا کو خبر دی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کو بلایا، وہ مکر گیا اور قسم کھالی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سچا سمجھا اور مجھے جھوٹا قرار دیا، میرے چچا نے مجھ سے آکر کہا: تو نے کیا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے ناراض ہوئے اور مسلمانوں نے تجھے جھوٹا جانا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا مجھے اتنا دکھ ہوا جتنا کسی کو نہ ہوا ہو گا، سخت غمگینی کی حالت میں، میں سر جھکائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے:

فَعَرَكَ أُذُنِي وَضَحِكَ فِي وَجْهِي فَمَا كَانَ يَسُرُّنِي أَنَّ لِي بِهَا الْخُلْدَ فِي الدُّنْيَا [جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، سورۃ المنافقین، رقم: ۳۳۱۳]

آپ نے میرا کان مروڑا اور میری طرف دیکھ کر ہنس دیئے، مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر مجھے دنیا میں ابدی زندگی مل جاتی تو بھی مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔

پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ میں نے جواب دیا آپ نے مجھ سے کچھ نہیں فرمایا: میرا کان مروڑا اور میری طرف دیکھ کر ہنس دیئے۔ انہوں نے فرمایا: خوش ہو جاؤ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے پاس آکر پوچھا، میں نے ان کو بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا جواب دیا، پھر جب صبح ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ المنافقین کی تلاوت کی۔

سب سے بُرا شخص

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اندر آنے کی) اجازت طلب کی، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھر میں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برا آدمی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَلَمْ اَنْشَبْ اَنْ سَمِعْتُ ضِحْكَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قُلْتَ فِيْهِ مَا قُلْتَ ثُمَّ لَمْ تَنْشَبْ اَنْ ضَحِكْتَ مَعَهٗ [مؤطا امام مالک، کتاب حسن الخلق، ص۷۰۵]

تھوڑی دیر بعد میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ہنس رہے ہیں، جب وہ آدمی چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے تو اس کے متعلق یہ فرمایا تھا اور اتنی سی دیر میں آپ اس کے ساتھ ہنسنے لگے؟۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے برا وہ شخص ہے جس سے لوگ اس کی برائی کے باعث بچیں۔ (اس کے قریب نہ آئیں، اس سے اپنا دامن بچائیں)۔

قرعہ اندازی

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تین آدمی لائے گئے جنہوں نے ایک لونڈی سے ایک طہر میں ہم بستری کی تھی، (اور لونڈی نے بچہ جنا تھا) آپ نے دو آدمیوں سے باری باری پوچھا کیا تم اس تیسرے کو یہ بچہ دینے کا اقرار کرتے ہو؟ دونوں نے کہا: نہیں، حتیٰ کہ جب آپ نے سب سے پوچھ لیا اور ہر ایک نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے ان (تین افراد) کے درمیان قرعہ ڈالا اور بچے کو اس شخص سے منسوب کر دیا جس کے نام کا قرعہ نکلا تھا اور اس کو دو تہائی دیت ادا کرنے کا پابند کر دیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ [سنن ابی داوٗد، باب من قال بالقرعۃ اذا تنازعوا فی الولد، رقم:۲۲۷۰۔ مسند امام احمد، رقم:۱۸۸۴۲]

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی تو آپ اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔

تیری عمر بڑی نہ ہو

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو دیکھا تو فرمایا تو تو وہی ہے تو بڑی ہو گئی ہے، تیری عمر بڑی نہ ہو، وہ لڑکی روتی ہوئی ام سلیم کے پاس آئی، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے بیٹی تجھے کیا ہوا؟ لڑکی نے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے خلاف دعا کی ہے کہ میری عمر زیادہ نہ ہو، سو اب میری عمر زیادہ نہ ہو گی یا کہا میرا زمانہ زیادہ نہیں ہو گا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جلدی سے دوپٹہ سنبھالتی ہوئی نکلیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ام سلیم! کیا بات ہے؟ وہ عرض گزار ہوئیں: اے اللہ کے نبی! کیا آپ نے میری یتیم لڑکی کے خلاف دعا کی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا مطلب؟ ام سلیم نے کہا: وہ کہتی ہے آپ نے دعا کی ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہو یا اس کا زمانہ زیادہ نہ ہو۔

راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [صحیح مسلم، باب من لعنہ النبیا وسبہ او دعا علیہ ولیس ہو اہلاً لذلک کان لہ زکاۃ واجرا ورحمۃ، رقم:۶۶۲۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) ہنس دیئے۔

پھر فرمایا: اے ام سلیم! کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ میں نے اپنے رب سے عہد لیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں جس طرح بشر راضی ہوتے ہیں میں راضی ہوتا ہوں اور جس طرح بشر غصہ ہوتے ہیں میں غصہ ہوتا ہوں، سو میں اپنی امت کے جس غیر مستحق فرد کے خلاف دعا کروں اس دعا کو اس کے لئے پاکیزگی، رحمت اور ایسا قرب بنا دے جس کے ذریعہ وہ قیامت کے دن اللہ کا قرب پائے۔

یہ تو تجھے اچھی بات کہتی ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع کی بیوی سلمٰی رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابورافع رضی اللہ عنہ کی مار پیٹ کی شکایت لے کر آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع سے پوچھا: تمہارے اور سلمٰی کے درمیان کیا معاملہ ہے؟ ابورافع نے عرض کیا: یارسول! یہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمٰی سے دریافت فرمایا: سلمٰی تو نے اسے کیوں تکلیف دی؟ سلمٰی عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ! میں نے اسے کوئی تکلیف نہیں دی، یہ نماز پڑھ رہے تھے ان کا وضو ٹوٹ گیا تو میں نے کہا: ابورافع! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم فرمایا ہے کہ جب کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو وہ دوبارہ وضو کرے، اس بات پر اس نے مجھے پیٹا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ وَيَقُوْلُ: يَا اَبَا رَافِعٍ اِنَّهَا لَمْ تَاْمُرْكَ اِلاَّ بِخَيْرٍ [مسند امام احمد، رقم:۲۵۸۰۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے اور فرمایا: اے ابورافع! یہ تو تجھے اچھی بات ہی کہتی ہے۔

> رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:
>
> جب میں آسمانِ دنیا میں داخل ہوا تو مجھ سے فرشتوں نے ملاقات کی ہر فرشتہ مجھ سے ہنستے ہوئے اور خوشی خوشی ملاقات کرتا، اچھی بات کرتا اور اچھی دعا دیتا تھا۔
>
> (سیرت ابن ہشام، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج۲، ص۱۷)

یہ اس دن کا بدلہ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلی، میں ہلکے بدن کی لڑکی تھی، میرا جسم بھاری نہیں تھا، آپ نے لوگوں سے فرمایا: آگے بڑھو، لوگ آگے بڑھ گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: آؤ میرے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کرو، میں نے دوڑ لگائی تو میں آپ سے آگے نکل گئی، آپ خاموش رہے، یہاں تک کہ میرا جسم بھاری ہو گیا اور میں یہ بات بھول گئی، پھر میں ایک سفر میں آپ کے

ساتھ نکلی، آپ نے لوگوں کو آگے بڑھنے کو کہا، لوگ آگے بڑھ گئے تو آپ نے فرمایا: آؤ میرے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرو، میں نے آپ کے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کیا تو آپ آگے نکل گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَجَعَلَ يَضْحَكُ وَهُوَ يَقُوْلُ: هٰذِهٖ بِتِلْكَ [مسند امام احمد: ج۶، ص۲۶۴، رقم: ۲۵۷۴۵]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے اور فرمایا: یہ اس دن کا بدلہ ہے۔

وہ تو جوان آدمی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا آکر عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ! جب سالم (حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا متبنّٰی (منہ بولا بیٹا)) میرے ہاں آتا ہے میں ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ (آپ حضرت سہلہ رضی اللہ عنہ کے شوہر تھے) کے چہرہ میں ناگواری کے اثرات دیکھتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سالم کو دودھ پلا دو، سہلہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں اسے (اپنا) دودھ کیسے پلاؤں وہ تو جوان آدمی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَلَسْتُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ رَجُلٌ كَبِيْرٌ [مسند امام احمد، ج۶، ص ۳۹، رقم:۲۳۵۸۸]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور فرمایا: کیا میں نہیں جانتا کہ وہ جوان آدمی ہیں۔

حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا (نے ایسا ہی کیا) پھر آکر عرض گزار ہوئیں، اب میں ابو حذیفہ کے چہرہ میں (سالم کے میرے ہاں آنے جانے پر) ناپسندیدگی کے آثار نہیں دیکھتی۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت

صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیہ بن مخشیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور ایک آدمی بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا کھا رہا تھا، جب اس کے کھانے کا ایک لقمہ رہ گیا اس نے کہا:

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَاْكُلُ مَعَهٗ فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهٖ [سنن ابی داوٗد، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام، رقم:۳۷۶۵۔ مسند امام احمد، رقم:۱۸۴۸۴]

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ (اس کے اول و آخر بسم اللہ)، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے، پھر فرمایا: شیطان برابر اس کے کھانے میں شریک تھا جب اس نے اللہ عزوجل کو یاد کیا شیطان نے قے کر دی۔ (کھایا ہوا کھانا باہر ڈال دیا)۔

مؤمن کے لئے خیر ہی خیر ہے

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ مَعَ اَصْحَابِهٖ اِذْ ضَحِكَ فَقَالَ اَلَا تَسْاَلُوْنِيْ مِمَّ اَضْحَكُ؟ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مِمَّ تَضْحَكُ؟ [دارمی، باب المومن یوجر فی کل شیٔ، رقم:۲۷۷۷۔ مسند امام احمد، رقم:۲۳۴۱۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ ہنس دیئے، پھر آپ نے فرمایا: مجھ سے پوچھتے نہیں کہ میں کس وجہ سے ہنسا ہوں، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا: مؤمن کے معاملہ پر تعجب کی وجہ سے، اس کا ہر معاملہ خیر پر ہے، اگر اس کو خیر و بھلائی ملتی ہے اس پر اللہ کی حمد کرتا ہے، یہ اس کے حق میں بہتر ہے، اور اگر اس کو ناپسندیدہ چیز سے واسطہ پڑتا ہے تو صبر کرتا ہے یہ اس کے لئے خیر ہے، مؤمن کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جس کا ہر معاملہ خیر ہی خیر ہو۔

تم بھی اس کے چہرے پر لیپ دو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خزیرہ (ایک کھانا جو قیمہ اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے۔) تیار کر کے لائی، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، میں نے سودہ رضی اللہ عنہا سے خزیرہ کھانے کو کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور سودہ کے درمیان تشریف فرما تھے، سودہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا، میں نے پھر ان سے کہا: کھالو ورنہ میں اسے تمہارے چہرے پر مل دوں گی، انہوں نے انکار کر دیا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

فَلَطَخْتُ بِهَا وَجْهَهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ فَخِذَهٗ لَهَا وَقَالَ لِسَوْدَةَ الْطَخِيْ وَجْهَهَا فَلَطَخَتْ بِهَا وَجْهِيْ فَضَحِكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ [مسند ابو یعلی، رقم: ۴۴۷۶۔ مجمع الزوائد، ج۴، ص ۳۱۵، رقم:۳۱۵۔۳۱۶]

تو میں نے خزیرہ ان کے چہرے پر مل دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے، اور آپ نے اپنی ران مبارک رکھ کر سودہ سے فرمایا: تم اس کا چہرہ لیپ دو، تو انہوں نے خزیرہ میرے چہرے پر لیپ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔

عمت فضائله كل العباد كما

عم البرية ضؤ الشمس و القمر

آپ ﷺ کے فضائل تمام انسانوں کے لئے اسی طرح عام ہیں جس طرح سورج اور چاند کا نور سارے لوگوں کے لئے عام ہے۔

(حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ)

عائشہ نے اس اس طرح کہا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب آیت تخییر نازل ہوئی (جس میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو متاع دنیا یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا کہا گیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتدا کی اور فرمایا: اے عائشہ! میں تم پر ایک بات پیش کر رہا ہوں تم جواب میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ اپنے والدین ابو بکر اور ام رومان (رضی اللہ عنہما) سے مشورہ کر لینا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا بات ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحاً جَمِيْلاًO وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا O [الاحزاب: ۲۸،۲۹]

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہئے! اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا، تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں اور اس بارے میں اپنے والدین ابو بکر اور ام رومان (رضی اللہ عنہما) سے مشورہ نہیں کروں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَقْرَأَ الْحُجَرَ فَقَالَ إِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَذَا وَكَذَا [مسند امام احمد، ج ۲، ص ۲۱۲، رقم: ۲۵۷۳۹، ۲۴۹۹۰]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے، پھر آپ دوسری ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور فرمایا: عائشہ نے اس اس طرح کہا ہے۔

پھر سب ازواج مطہرات نے وہی کہا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا۔

بدوی کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک بدوی آیا، اس نے کہا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِمُحَمَّدٍ وَلاَ تَغْفِرْ لِاَحَدٍ مَعَنَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَقَدْ احْتَظَرْتَ وَاسِعًا [سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، باب الارض یصیبھا البول کیف تغتسل، رقم: ۵۲۹]

اے اللہ! میری اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مغفرت فرما اور ہمارے ساتھ اور کسی کی مغفرت نہ فرما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) ہنس دیئے اور فرمایا: تو نے ایک کشادہ شئے کو تنگ کر دیا ہے۔

پھر بدوی واپس مڑا جب مسجد کے کنارے پر پہنچا تو بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا (لوگ اس کی طرف جھپٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا) اس نے بات سمجھنے کے بعد کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں نہ تو آپ نے مجھے ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد پیشاب کے لئے نہیں بنائی جاتی بلکہ اللہ کے ذکر اور نماز کے لئے بنائی جاتی ہے، پھر آپ نے پانی کا ڈول منگوایا اور اسے پیشاب پر بہا دیا گیا۔

پہلے کفّارہ ادا کرو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظِہار کر لیا اور (ظہار کا) کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس سے قربت کر لی، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا

عرض کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس بات نے اس عمل پر برانگیختہ کیا؟ وہ عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میں نے چاندنی رات میں اس کی پازیبوں کی سفیدی دیکھ لی تو خود پر قابو نہ رہا اور میں نے اس سے قربت کر لی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَهٗ اَلاَّ يَقْرَبَهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ [سنن ابن ماجہ، رقم:۲۰۶۵]

(یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور اس سے فرمایا کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس کے قریب مت جاؤ۔

حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِه صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِه
(شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)

شیطان کی آہ وبکا

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام اپنی امت کی مغفرت کے لئے دعا مانگی تو جواب ملا: میں نے ظالم کے علاوہ سب کو بخشا، میں مظلوم کا حق ظالم سے ضرور لوں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: یا رب! اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو (ظلم سہنے کے بدلے میں) جنت عطا فرمادیں اور ظالم کی مغفرت فرمادیں، عرفہ کی شام کو یہ دعا مستجاب نہ ہوئی، جب آپ نے مزدلفہ میں صبح کی آپ نے پھر یہی دعا مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا ہوا۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ اِنَّ هٰذِهٖ لَسَاعَةٌ مَا كُنْتَ تَضْحَكُ فِيْهَا فَمَا الَّذِيْ اَضْحَكَكَ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ [سنن ابن ماجہ، الدعاء بعرفۃ، رقم:۳۰۱۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے، حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، یہ ایسی ساعت ہے جس میں آپ نہیں ہنستے تھے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہنستا ہوا رکھے، آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے دشمن ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی ہے اور میری امت کی مغفرت فرمادی ہے تو وہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا اور تباہی و بربادی مانگنے لگا اس کی آہ و بکا دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔

ابو بکر !تم اسے روکتے کیوں نہیں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا: میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی، اس کے بعد میں نے عبد الرحمن بن الزبیر (رضی اللہ عنہ) سے نکاح کرلیا، اس کے پاس تو کپڑے کے پھندنے جیسا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَعَلَّكِ تُرِيْدِيْنَ اَنْ تَرْجِعِىْ اِلٰى رُفَاعَةَ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ عَسِيْلَتَكِ وَ تَذُوْقِىْ عَسِيْلَتَهٗ [سنن النسائی، باب احلال المطلقۃ ثلاثا والنکاح الذی یحلھا بہ۔ رقم:۳۳۴۰]

(یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور فرمایا: شاید تم رفاعہ کے ہاں واپس جانا چاہتی ہو؟ نہیں یہاں تک کہ وہ تیری اور تو اس کی شہد کو نہ چکھ لے۔

مسند امام احمد بن حنبل کی روایت میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رفاعہ القرظی کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت میں اور میرے والد (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) نبی کریم ﷺ کے پاس موجود تھے، خالد بن سعید بن العاص حجرے کے دروازہ پر موجود تھے، جب خاتون نے کپڑے کے پھندنے والی بات کہی تو خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے باہر سے کہا: ابو بکر! تم اسے روکتے کیوں نہیں ہو یہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیسی بات کر رہی ہے۔[مسند امام احمد بن حنبل، رقم: ۲۳۵۳۸، ۳۸۵۷۸]

دھنسنے والا لشکر

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے یہ حدیث بیان فرمائی کہ:

بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمٌ اِذْ ضَحِكَ فِىْ مَنَامِهٖ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِمَّ ضَحِكْتَ ؟[مسند امام احمد بن حنبل، ج۷، رقم:۲۴۲۱۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، نیند کے دوران آپ ہنس دیئے، پھر بیدار ہو گئے، میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنسے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ قریش کے آدمی کے ارادہ سے جس نے حرم میں پناہ لی ہو گی اس بیت (خانہ کعبہ) کا ارادہ کریں گے، جب یہ لوگ بیداء میں پہنچیں گے ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، ان کے ارادے مختلف ہوں گے، اللہ تعالیٰ انہیں ان کی نیتوں پر اٹھائے گا، ام المؤمنین کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ ان کو ان کی نیتوں پر کیسے اٹھائے گا جبکہ ان کے عزائم مختلف ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو راستہ نے یکجا کر دیا ہو گا، ان میں سے بعض معلومات حاصل کرنے والے، بعض مسافر اور مجبور ہوں گے، سب ایک ساتھ ہلاکت کا شکار ہوں گے اور اپنے اپنے ارادوں کے مطابق اٹھیں گے۔

سوزِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

وضو سے گناہوں کی مغفرت

حمران بن ابان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے پانی منگوا کر وضو کیا، کلی کی، ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین بار چہرہ دھویا اور تین تین بار دونوں کلائیاں دھوئیں، سر کا اور (موزوں کی وجہ سے) دونوں پیروں کی پشت پر مسح کیا، پھر ہنس دیئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا تم مجھ سے نہیں پوچھتے میں کیوں ہنسا ہوں؟ لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین آپ کیوں ہنسے ہیں؟۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِمَاءٍ قَرِيْبًا مِّنْ هٰذِهِ الْبُقْعَةِ فَتَوَضَّأَ كَمَا تَوَضَّأْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقَالَ اَلَا تَسْأَلُوْنِيْ مَا اَضْحَكَنِيْ؟ فَقَالُوْا مَا اَضْحَكَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ [مسند امام احمد بن حنبل، ج۱، رقم: ۴۱۷]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے اس جگہ کے قریب پانی منگوایا، پھر آپ نے وضو فرمایا جیسے میں نے وضو کیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور فرمایا: تم مجھ سے پوچھتے نہیں کہ مجھے کس چیز نے ہنسایا؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ وضو کا پانی منگوا کر اپنا چہرہ دھوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے چہرے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور جب وہ اپنی کلائیاں دھوتا ہے اسی طرح ہوتا ہے (اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کے گناہ مٹا دیتا ہے)، سر کا مسح کرتا ہے تو اسی طرح ہوتا ہے (اللہ تعالیٰ اس کے سر کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے) اور جب اپنے پیروں کو پاک کرتا ہے (دھوتا ہے) تو اسی طرح ہوتا ہے۔ (اس کے قدموں سے صادر ہونے والے گناہ معاف ہو جاتے ہیں)۔

سواری کی ایک اور دعا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے جانور پر اپنے پیچھے سوار کیا، پھر سواری پر ہموار ہو کر آپ نے تین تین بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اور سُبْحَانَ اللہ اور ایک بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

فَضَحِكَ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ: مَا مِنِ امْرِءٍ يَرْكَبُ دَآبَّتَهُ فَيَصْنَعُ كَمَا صَنَعْتُ اِلاَّ اَقْبَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالىٰ فَضَحِكَ اِلَيْهِ كَمَا ضَحِكْتُ اِلَيْكَ [مسند امام احمد بن حنبل، ج ۱، رقم: ۳۰۴۹]

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: جو شخص بھی اپنے جانور پر سوار ہو کر اسی طرح کرتا ہے جس طرح میں نے کہا اللہ تعالیٰ اس کی طرف ہنستے ہوئے متوجہ ہوتا ہے جس طرح میں تمہاری طرف ہنستے ہوئے متوجہ ہوا ہوں۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامی عصمة للارامل

وہ گورے مکھڑے والا جس کے رخ انور کے وسیلہ سے ابر باراں طلب کیا جاتا ہے، وہ یتیموں کا والی اور بیواؤں کا محافظ ہے۔ (جناب ابو طالب)

کیا اس نے ایسا کیا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب کی حد کو نہیں چھوڑتے تھے، ایک شخص شراب پی کر مدہوش ہو گیا، اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جانے لگا، جب وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس پہنچا ایک دم بھاگ نکلا، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں داخل ہو کر ان کی پشت سے چمٹ گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ وَقَالَ قَدْ فَعَلَهَا ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْهُمْ فِيهِ بِشَيْءٍ [مسند امام احمد، ج۱، رقم:۲۹۵۷]

لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا تو آپ ہنس دیئے اور فرمایا: اس نے ایسا کیا؟، اور لوگوں سے اس کے بارے میں کچھ نہ فرمایا۔ (اس سے درگزر فرمایا)

حسین نواسوں میں عظیم نواسا ہے

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کھانے کے دعوت پر روانہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے آگے تھے، آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو لڑکوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکڑنے کا ارادہ فرمایا، بچہ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) اِدھر سے اُدھر دوڑنے لگا۔

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَاحِكُهُ حَتّٰى اَخَذَهٗ [مسند امام احمد بن حنبل، ج۵، رقم:۱۷۱۱۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ہنسی مزاح فرمانے لگے یہاں تک اسے پکڑ لیا۔

پھر اپنا ایک ہاتھ حسین رضی اللہ عنہ کی گدی کے نیچے اور دوسرا ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس کا منہ چوم لیا اور ارشاد فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ تعالیٰ حسین سے محبت کرنے والے سے محبت کرے، حسین نواسوں میں عظیم نواسا ہے۔

میں نے تجھے اس آدمی سے کیسے بچایا؟

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند آواز میں بات کرتے سنا، اجازت ملنے پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پکڑ کر کہا: اے ام رومان کی بیٹی! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی آواز میں بات کرتی ہے؟ راوی کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باپ بیٹی کے درمیان میں آگئے، جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ باہر چلے گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو خوش کرنے کے لئے فرمانے لگے: دیکھا میں کیسے تیرے اور اس آدمی کے درمیان میں آگیا تھا (اور تجھے پٹنے سے بچالیا)۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ثُمَّ جَآءَ اَبُوْ بَکْرٍ فَاسْتَاْذَنَ عَلَیْهِ فَوَجَدَهٗ یُضَاحِکُهَا قَالَ فَاَذِنَ لَهٗ فَدَخَلَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَکْرٍ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَشْرِکَانِیْ فِیْ سِلْمِکُمَا کَمَا اَشْرَکْتُمَانِیْ فِیْ حَرْبِکُمَا [مسند امام احمد بن حنبل، ج۵، رقم: ۱۷۹۲۷]

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پھر آ کر اجازت مانگی، اجازت ملتے ہی اندر داخل ہوئے تو دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ سے ہنسی مزاح فرما رہے ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنی صلح میں بھی شامل کریں جیسے آپ نے اپنے جھگڑے میں مجھے شامل کیا تھا۔

میرا غلام باتونی ہے اس کی باتوں میں نہ آنا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے بصریٰ کی طرف گئے، ان کے ساتھ دو بدری صحابی حضرت نعیمان اور سویبط بن حرملہ رضی اللہ عنہما بھی تھے، حضرت سویبط رضی اللہ عنہ زادِ راہ (کھانے پینے کے سامان) کے نگران تھے، حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ نے ان سے آکر کہا: مجھے کھانا کھلاؤ، انہوں نے کہا: ابھی نہیں، ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو آنے دو، حضرت نعیمان بہت ہنسی مزاح والے تھے، انہوں نے کہا: میں تمہیں ضرور غصہ دلاؤں گا، یہ کہا اور قریب میں کچھ لوگوں کے پاس گئے جو (منڈی میں) جانور لائے ہوئے تھے، اور ان سے کہا: مجھ سے ایک نہایت چست اور طاقت ور عربی غلام خرید لو، وہ ذرا باتونی ہے شاید وہ تم سے یہ کہے کہ میں آزاد آدمی ہوں (کسی کا غلام نہیں) اگر تم اس کے یہ کہنے پر اسے چھوڑ دو تو پھر رہنے دو، مجھ سے سودا نہ کرو اور میرے غلام کو نہ بگاڑو، انہوں نے کہا: بلکہ ہم اسے دس جوان اونٹنیوں کے عوض خریدتے ہیں،

حضرت نعیمان اونٹنیاں ہانکتے ہوئے آئے اور ان لوگوں کو بھی ساتھ لائے، اونٹنیاں باندھ کر ان لوگوں سے کہا: یہ رہا وہ غلام، اسے لے جاؤ، لوگوں نے حضرت سویبط رضی اللہ عنہ سے آکر کہا: ہم نے تجھے خرید لیا ہے، حضرت سویبط رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ جھوٹا ہے، میں آزاد انسان ہوں، لوگوں نے کہا: تمہاری یہ بات انہوں نے ہمیں بتادی تھی، (کہ تم خود کو آزاد انسان کہو گے) وہ لوگ حضرت سویبط رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر لے گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انہیں اس واقعے کا پتا چلا تو وہ اور ان کے ساتھی ان (خریدنے والے) لوگوں کے پاس گئے، ان کی اونٹنیاں واپس کیں اور حضرت سویبط رضی اللہ عنہ کو واپس لائے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَضَحِكَ مِنْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابُهُ حَوْلاً [مسند امام احمد بن حنبل، ج۷، رقم:۲۶۱۴۶۔ الاستیعاب، تذکرہ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اس واقعہ کو یاد کر کے سال بھر ہنستے رہے۔

اے اللہ! آپ مجھ سے مذاق فرماتے ہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَصَلَّى الْغَدَاةَ ثُمَّ جَلَسَ حَتّٰى اِذَا كَانَ مِنَ الضُّحٰى ضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فجر کی نماز پڑھائی، پھر آپ وہیں تشریف فرما رہے، جب چاشت کا وقت ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔

پھر آپ اپنی جگہ تشریف فرما رہے یہاں تک کہ آپ نے ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں پڑھائیں، آپ خاموش رہے، پھر آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور اپنے گھر والوں کی طرف جانے کو کھڑے ہوئے، لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہیں کرتے کہ آج آپ نے خلافِ معمول ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے دنیا اور آخرت میں ہونے والے امور پیش کئے گئے (میں نے دیکھا) پہلے پچھلے (تمام انسان) زمین پر جمع ہیں، لوگ اس صورت حال سے گھبرائے ہوئے ہیں۔ وہ آدم علیہ السلام کے پاس گئے درآنحالیکہ پسینہ ان کے مونہوں کے قریب جا پہنچا ہے، انہوں نے عرض کیا: اے آدم! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ کیا، آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں، حضرت آدم علیہ السلام نے

معذرت کی اور فرمایا: تم اپنے دوسرے باپ نوح کے پاس جاؤ، آپ نے فرمایا لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جا کر کہیں گے، آپ اپنے رب کے ہاں ہماری شفاعت کیجئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بر گزیدہ کیا، آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور کافروں کا کوئی گھر نہ چھوڑا (اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا پر سب کو ہلاک کر دیا) حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تمہاری خواہش کی تکمیل میرے ہاں نہ ہو گی، تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، اللہ عزوجل نے ان کو اپنا خلیل بنایا ہے، لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ انہیں فرمائیں گے: تمہارا منشا میرے ہاں پورا نہ ہو گا لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا، موسیٰ علیہ السلام حسبِ سابق جواب دے کر لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے اور کہیں گے: وہ (عیسیٰ علیہ السلام) مادر زاد اندھوں، برص کے مریضوں کو شفایاب کرتے تھے اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی معذرت فرما کر کہیں گے: تم آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ہی کے لئے زمین (قبر) شق ہو گی، تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کریں گے، آپ (اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کے لئے) جائیں گے، جبریل علیہ السلام اپنے رب کے پاس جائیں گے، اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا ان کو شفاعت کی اجازت اور جنت کی بشارت دو، جبریل آپ کے پاس آئیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جمعہ کے بقدر سجدہ میں گر جائیں گے، اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیں، کہیں سنا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول ہو گی، آپ سجدہ سے سر اٹھائیں گے، جب اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے تو پھر دوسرے جمعہ کے بقدر سجدہ میں گر جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کی بات سنی جائے گی، شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول ہو گی، آپ نے فرمایا: آپ پھر سجدہ ریز ہونے کو جائیں گے تو جبریل علیہ السلام آپ کے دونوں بازو پکڑ لیں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی دعا کی طرف رہنمائی کرے گا جس کی کسی بشر کی طرف کبھی رہنمائی نہ ہوئی ہو گی، آپ عرض کریں گے: اے میرے رب! تو نے مجھے اولادِ آدم کا سردار پیدا فرمایا، اور اس پر فخر نہیں، تو نے مجھے پہلا بنایا جس پر سب سے پہلے قیامت کے دن زمین شق ہوئی اور اس پر فخر نہیں، یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر صنعاء اور ایلہ کے درمیانی فاصلہ سے بہت زیادہ لوگ آئیں گے، پھر حکم ہو گا: صدّیقوں کو بلاو وہ شفاعت کریں گے، پھر کہا جائے گا: انبیاء کو بلاؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نبی کے ساتھ جماعت ہو گی، کسی نبی کے ساتھ پانچ چھ افراد ہوں گے کسی پیغمبر کے ہمراہ کوئی نہیں ہو گا، پھر فرمایا جائے گا: شہیدوں کو بلاؤ، وہ جس کی چاہیں گے شفاعت کریں گے، آپ نے فرمایا: جب شہداء شفاعت کر چکیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہوں، میری جنت میں ہر اس شخص کو داخل کر دو جس نے میرے ساتھ شریک نہیں ٹھہرایا، آپ نے فرمایا: ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر عز

وجل ارشاد فرمائے گا: جہنم میں دیکھو کیا کوئی شخص ایسا ہے جس نے کبھی نیکی کی ہو، وہ (فرشتے) جہنم میں ایک شخص کو پائیں گے اس سے دریافت کریں گے: تو نے کبھی کوئی نیک کام کیا تھا؟ وہ کہے گا: نہیں البتہ میں خرید و فروخت میں لوگوں سے نرمی برتتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس طرح یہ میرے بندوں سے نرمی برتتا تھا، میرے اس بندے سے نرمی برتو (اسے جنت میں داخل کر دو) پھر فرشتے آگ سے ایک آدمی کو نکالیں گے، اور اس سے کہیں گے: کیا تو نے کبھی نیک عمل کیا، وہ کہے گا: نہیں البتہ میں نے اپنی اولاد کو حکم دیا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے آگ میں جلا دینا، پھر مجھے سرمہ کی طرح پیس کر سمندر کی طرف لے جانا اور میری راکھ کو ہوا میں اڑا دینا، بخدا اس طرح رب العالمین مجھ پر کبھی قادر نہ ہو گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ وہ عرض کرے گا: تیرے خوف کی وجہ سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: تم بڑی سے بڑی مملکت کا تصور کرو، تیرے لئے اس جتنی اور اس سے دس گنا عظیم جنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَيَقُولُ لِمَ تَسْخَرُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ؟ قَالَ: وَذَاكَ الَّذِي ضَحِكْتُ مِنْهُ مِنَ الضُّحَى [مسند امام احمد، ج۱، رقم: ۱۶]

وہ بندہ عرض کرے گا (اے اللہ) آپ مجھ سے مذاق فرماتے ہیں حالانکہ آپ بادشاہ ہیں، آپ نے فرمایا: یہی وہ بات تھی جس کی وجہ سے میں چاشت کے وقت ہنسا۔

تجھے کس چیز نے ہلاک کیا ہے؟

حضرت ابو قلابہ بنو عامر کے ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا: میں کافر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت عطا فرمائی، میں پانی سے دور تھا میرے ساتھ میری اہلیہ تھی، مجھے جنابت لاحق ہوتی (مجھ پر نہانا ضروری ہوتا) میں تیمم کر لیتا تھا، میرے دل میں یہ چیز کھٹکتی، مجھے ابوذر رضی اللہ عنہ کے متعلق بتایا گیا، میں حج پر گیا، مسجد منیٰ میں داخل ہوا تو میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو بیان کردہ علامتوں سے پہچان لیا، آپ گندمی رنگ کے عمر رسیدہ انسان تھے، قطری حلّہ لیا ہوا تھا، میں ان کے پہلو میں بیٹھ گیا، وہ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، پھر انہوں نے طویل، حسین ترین مکمل ترین نماز پڑھی، جب نماز سے فارغ ہوئے میرے سلام کا جواب دیا، میں نے پوچھا: آپ ابوذر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میرے اہل خانہ کا یہی خیال ہے، میں نے کہا: میں کافر تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی، میں پانی سے دور تھا اور میرے ساتھ میری بیوی ہوتی تھی مجھے جنابت لاحق ہوتی تو میں تیمم کر لیتا تھا، میرے دل میں یہ بات کھٹکتی تھی، انہوں نے فرمایا: تم ابوذر کو پہچانتے ہو،؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے فرمایا: مجھے مدینہ کا قیام ناپسند آیا (راوی کہتے ہیں یا آپ نے اس جیسی

کوئی اور بات بیان کی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے کچھ اونٹوں اور بکریوں کا حکم فرمایا، میں ان اونٹوں اور بکریوں میں رہتا تھا، پانی سے دور تھا، میرے ساتھ میری اہلیہ ہوتی، مجھے جنابت لاحق ہوئی، تو میں نے مٹی سے تیمم کر لیا اور کئی روز اسی طرح نماز پڑھی، میرے دل میں خیال آیا کہ میں تو ہلاک ہو گیا، سو میں ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر سوار ہو کر دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچا، آپ اپنے چند صحابہ کے ساتھ مسجد کے سایہ میں تشریف فرما تھے، میں نے اونٹ سے اتر کر کہا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلَكْتُ قَالَ : وَمَا اَهْلَكَكَ؟ فَحَدَّثْتُهُ فَضَحِكَ [مسند امام احمد: رقم: ۲۰۷۹۸، ۲۰۷۹۷]

یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا، آپ نے فرمایا: تجھے کس چیز نے ہلاک کیا ہے؟ میں نے آپ کو بات بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔

پھر آپ نے اپنے گھر سے کسی انسان کو بلایا تو ایک سیاہ فام باندی بڑے پیالہ میں پانی لائی جو لبالب بھرا ہوا نہ تھا، پانی ہل رہا تھا، میں اونٹ کی اوٹ میں گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا اس نے مجھ پر پردہ کر دیا، میں نے غسل کیا، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: پاک مٹی پاک کرنے والی ہے جب تک تجھے پانی نہ ملے خواہ اس پر دس سال گزر جائیں پھر جب تم پانی پاؤ تو نہا لو۔

یہ بکری بھی بدلہ لے گی

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور دو بکریاں ایک دوسری کو سینگ مار رہی تھیں، ایک نے دوسری کو ٹکر مار کر گرا دیا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ عَجِبْتُ لَهَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُقَادَنَّ لَهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ [مسند امام احمد، رقم: ۲۱۰۰۰]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے، آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس بکری پر تعجب ہوا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ اس کا بھی قیامت کے دن ضرور بدلہ لیا جائے گا۔

بیڑیاں ڈال کر جنت کی طرف لائے جانے والے لوگ

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں خندق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ بڑا کلہاڑا (کدال) لے کر خندق کھودنے لگے، آگے پتھر آ گیا۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ قِيْلَ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ ضَحِكْتُ مِنْ نَّاسٍ يُؤْتٰى بِهِمْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مِنَ النَّاكُوْلِ يُسَاقُوْنَ اِلَى الْجَنَّةِ [مسند امام احمد: رقم ۲۲۳۵۴]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے، کہا گیا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میں مشرق کی طرف سے لائے جانے والے ان لوگوں کی وجہ سے ہنسا ہوں جن کو مضبوط بیڑیوں میں جنت کی طرف لایا جائے گا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ؟ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ يُقَادُوْنَ فِي السَّلَاسِلِ اِلَى الْجَنَّةِ۔ [مسند امام احمد، رقم: ۲۱۶۴۴]

رسول اللہ ﷺ ہنس دیئے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوا جن کو بیڑیوں میں جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

اسد الغابہ میں ہے حضرت عمرو بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ حَتّٰى اسْتَغْرِبَ فَقَالَ اَلَا تَسْاَلُوْنِيْ مِمَّ ضَحِكْتُ؟ فَقَالُوْا اَللهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ يُقَادُوْنَ اِلَى الْجَنَّةِ بِالسَّلَاسِلِ وَ هُمْ يَتَقَاعَسُوْنَ عَنْهَا۔ [اسد الغابہ، حضرت عمرو بن واثلہ رضی اللہ عنہ، ج ۴، ص ۲۷۷]

رسول اللہ ﷺ خوب ہنسے اور فرمایا: تم مجھ سے دریافت نہیں کرتے کہ میں کس بات سے ہنسا ہوں؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جن کو بیڑیوں میں قیدی بنا کر جنت کی طرف لے جائیں گے اور وہ پیچھے ہٹ رہے ہوں گے۔

لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کیسے ہو گا؟ آپ نے فرمایا: عجمی لوگوں کو مہاجرین قیدی بنائیں گے اور ان کو اسلام میں داخل کریں گے، حالانکہ وہ اسے ناپسند کر رہے ہوں گے۔

وہی ہے طور جہاں پڑ گئی نگاہ تری
وہی چمن ہے جہاں مسکرا دیا تو نے

میں نے مہر نبوت کی زیارت کی

حضرت سعید بن ابی راشد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ملک شام میں گیا مجھے بتایا گیا کہ اس گرجا میں وہ قاصد / سفیر رہتا ہے، جسے قیصر روم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا، ہم گرجا میں گئے، وہاں ہمیں بہت بوڑھا آدمی ملا، میں نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قیصر روم کے قاصد بن کر گئے تھے؟ وہ بولا: ہاں، میں نے کہا: مجھے وہ واقعہ بتاؤ، اس نے بتایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے بعد قیصر کی طرف دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو خط دے کر روانہ فرمایا، قیصر روم نے خط پڑھ کر اپنے تخت پر رکھ دیا اور اپنے فوجی کمانڈروں اور مذہبی رہنماؤں کو بلوا کر کہا: اس شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہارے پاس اپنا قاصد بھیجا ہے اور خط روانہ کیا ہے کہ تم ان تین باتوں میں سے ایک پسند کر لو یا اس کے دین کی پیروی کرو (مسلمان ہو جاؤ) یا ان کا مقرر کردہ خراج ادا کرو، اس صورت میں تم اپنے شہروں پر حسبِ سابق حکمران رہو گے، یا پھر ان سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، یہ سنتے ہی ان کے نتھنوں سے غضب ناک سانسیں نکلنے لگیں، بعضوں نے تو اپنی ٹوپیاں اتار دیں اور کہا: نہ ہم اپنا اور اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اس کا دین قبول کریں گے، نہ ہی ہم ان کا مقرر کردہ خراج دیں گے، ہم اس سے میدانِ جنگ میں ملیں گے۔ قیصر نے کہا: میرا ابھی یہی خیال تھا، لیکن میں نے تم سے مشورہ لئے بغیر جواب دینا مناسب نہ سمجھا، پھر قیصر نے حکم دیا کہ کسی عربی کو تلاش کر کے لاؤ تاکہ میں اس سے جواب لکھواؤں، تو مجھے لایا گیا میں ان دنوں جوان تھا، قیصر نے جواب لکھ کر مجھے کہا: اگر تم کوئی چیز بھول جاؤ تو میری تین باتیں یاد رکھنا، یہ دیکھنا کہ میرا خط کون پڑھتا ہے؟ کیا وہ رات اور دن کا تذکرہ کرتے ہیں؟ کیا ان کو وہ خط یاد ہے جو انہوں نے مجھے لکھا تھا؟ اور یہ دیکھنا کہ ان کی پشت میں علامت ہے؟۔

اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بتایا: میں قیصر کے ہاں سے روانہ ہو کر تبوک میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا، آپ اپنے صحابہ کرام کے حلقہ میں مصروفِ گفتگو تھے، میں نے آپ کے بارے میں دریافت کیا مجھے آپ کے متعلق بتایا گیا تو میں نے خط آپ کے حوالہ کیا، آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، انہوں نے آپ کو خط پڑھ کر سنایا، جب وہ خط کے اس جملے پر پہنچے کہ آپ نے مجھے ایسی جنت کی طرف بلایا ہے جس کی پہنائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے تو پھر آگ (جہنم) کہاں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات آتی ہے تو دن کہاں ہوتا ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: میں نے نجاشی کی طرف مکتوب بھیجا اس کے ملک کو اللہ تعالیٰ نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، حدیث کے ایک راوی عباد کہتے ہیں میں نے اپنے شیخ ابن خثیم سے کہا: نجاشی تو مسلمان ہو گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا: وہ اور تھا اور یہ اور تھا، ابن خثیم نے ان کے نام بھی لئے تھے مگر میں بھول گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے کسریٰ (شاہ ایران) کو مکتوب بھیجا اس نے اس کو پرزے پرزے کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے ملک کے پرزے پرزے کر دیئے اور میں نے قیصر کو مکتوب بھیجا اس نے مجھے جواب بھیجا، لوگ ان سے برابر جنگ کا خطرہ محسوس کرتے رہے، پھر آپ نے مجھ سے پوچھا: تم کون ہو؟ (کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟) میں نے کہا: تنوخی ہوں، آپ نے فرمایا: تنوخ کے بھائی! کیا تمہیں اسلام سے دلچسپی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، میں ایک قوم کی طرف سے آیا ہوں، میں ان کے دین پر ہوں اور ان کے ہاں پہنچنے تک اپنا دین تبدیل کرنے والا نہیں ہوں۔

حضرت سعید بن ابی راشد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ تَبَسَّمَ فَلَمَّا قَضَيْتُ حَاجَتِيْ قُمْتُ فَلَمَّا وَلَّيْتُ دَعَانِيْ [مسند امام احمد، رقم:۱۶۲۵۲]

(یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے یا مسکرا دیئے جب میں نے اپنی ضرورت پوری کر لی میں اٹھ کھڑا ہوا جب میں نے پیٹھ پھیری آپ نے مجھے بلایا۔

اور فرمایا: اے تنوح کے بھائی! ادھر آؤ وہ کام پورا کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا، وہ صاحب (گرجا میں اقامت پذیر راہب) کہنے لگے، میں یہ بات بھول چکا تھا، سو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی طرف آیا، آپ نے اپنی پشت مبارک سے چادر ہٹالی تو میں نے آپ کے شانہ کی نرم و گداز ہڈی کو موٹی سینگی کی طرح دیکھا (مہر نبوت کی زیارت کی)۔

مسند امام احمد ہی کی دوسری روایت میں ہے:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ دَعَاهُ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاَبٰى اَنْ يُّسْلِمَ وَتَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ [مسند امام احمد، رقم:۱۶۲۵۳]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوت اسلام پر اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی، اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ [القصص:۵۶]۔ (آپ جس کو چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ایک قوم کے قاصد ہو اور تمہارا (انعام واکرام کے حوالے سے) حق ہے لیکن تم ہمارے پاس ایسی جگہ آئے ہو کہ ہم خالی ہاتھ ہیں، یہ سن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کو صفوری حلّہ پہناؤں گا، اور ایک انصاری صحابی نے کہا: اس کی ضیافت میرے ذمہ رہی۔

کوئی مشرک قریب آیا تو اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ) نے غزوۂ حنین کے دن ایک خنجر لیا جو ان کے پاس تھا، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ خنجر دیکھا تو کہا: یا رسول اللہ! یہ ام سلیم ہیں ان کے پاس خنجر ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْخَنْجَرُ؟ قَالَتْ اِتَّخَذْتُهُ اِنْ دَنَا مِنِّيْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ بَقَرْتُ بِهٖ بَطْنَهٗ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ [صحیح مسلم، باب غزوۃ النساء مع الرجال، رقم:۴۶۸۰۔ مسند امام احمد، ج۳، رقم۱۱۶۹۸، ۱۲۶۳۰]

رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا یہ خنجر کیسا ہے؟ حضرت ام سلیم نے عرض کیا: میں نے یہ خنجر اس غرض سے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی، (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے بعد جو شکست خوردہ طلقاء (فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرنے والے لوگ جو غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی پسپائی کا سبب بنے تھے) ہیں ان کو قتل کر دیجئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم! اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اس نے (جو کیا) اچھا کیا۔

اسمِ اعظم

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا اسم بتایا ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالیتا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ مجھے بھی سکھا دیں، آپ نے فرمایا: عائشہ! وہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں گھڑی بھر ایک کونے میں بیٹھی رہی پھر میں نے اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے سر انور کو بوسہ دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے سکھا دیں۔ آپ نے فرمایا: تیرے لئے مناسب نہیں ہے کہ تجھے سکھاؤں، اور تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ تو اس کے ذریعے کسی دنیاوی چیز کا سوال کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے اٹھ کر وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَدۡعُوۡكَ اللّٰہَ وَ اَدۡعُوۡكَ الرَّحۡمٰنَ وَ اَدۡعُوۡكَ الۡبَرَّ الرَّحِیۡمَ وَ اَدۡعُوۡكَ بِاَسۡمَآءِكَ الۡحُسۡنٰی كُلِّهَا مَا عَلِمۡتُ مِنۡهَا وَ مَا لَمۡ اَعۡلَمۡ اَنۡ تَغۡفِرَلِیۡ وَ تَرۡحَمَنِیۡ۔

اے اللہ! بے شک میں تجھ کو اللہ کہہ کر پکارتی ہوں اور تجھ کو رحمن کہہ کر پکارتی ہوں اور میں تجھ کو "بَر" اور رحیم کہہ کر پکارتی ہوں اور میں تجھے تیرے ان تمام اسماء حسنیٰ سے پکارتی ہوں جو نام میں جانتی ہوں اور جو نام نہیں جانتی، یہ کہ تو میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

فَاسۡتَضۡحَكَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِنَّهٗ لَفِی الۡاَسۡمَآءِ الَّتِیۡ دَعَوۡتِ بِهَا۔ [سنن ابن ماجہ، ابواب الدعاء، باب اسم اللہ اعظم، رقم:۳۸۵۹]

(میرے دعائیہ کلمات سن کر) رسول اللہ ﷺ ہنس دیئے پھر فرمایا: وہ اسم انہی ناموں میں ہے جن ناموں کے ساتھ تو نے دعا کی ہے۔

بارانِ رحمت اور لوگوں کی بھاگ دوڑ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: لوگوں نے خشک سالی اور بارش کے فقدان کا شکوہ کیا، حضور ﷺ نے ایک دن عید گاہ میں مبنر رکھنے کا حکم فرمایا، آپ کے لئے عید گاہ میں منبر رکھ دیا گیا اور لوگوں کو عید گاہ میں حاضر ہونے کو کہا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ طلوعِ آفتاب کے بعد عید گاہ میں تشریف لے گئے، منبر پر بیٹھ کر اللہ عزوجل کی کبریائی اور حمد بیان کی، پھر فرمایا: تم نے قحط سالی، اور ایک مدت سے بارش نہ برسنے کا شکوہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ تم اس سے دعا مانگو، وہ تمہاری دعا قبول فرمائے گا، پھر فرمایا:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ یَفۡعَلُ مَا یُرِیۡدُ ، اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ الۡغَنِیُّ وَ نَحۡنُ الۡفُقَرَاءُ ، اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا الۡغَیۡثَ وَ اجۡعَلۡ مَآ اَنۡزَلۡتَ لَنَا قُوَّةً وَّ بَلَاغًا اِلٰی حِیۡنٍ۔

ہر قسم کی حمد اللہ رب العالمین کے لئے ہے جو نہایت مہربان، رحم فرمانے والا ہے، روزِ جزا کا بادشاہ ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، بارِ الٰہا! تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو غنی ہے اور ہم فقیر ہیں، ہم پر بارش نازل فرما اور ایک وقت تک اسے ہمارے لئے قوت اور (خیر کا) پیغام بنا دے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، پھر آپ نے لوگوں کی طرف اپنی پشت فرمائی، اپنی چادر پلٹی، پھر آپ لوگوں کی طرف مڑے، منبر سے اترے اور دو رکعت نماز (استسقاء) ادا کی۔

اللہ تعالیٰ نے بادل ظاہر فرما دیئے، بادل گرجے، بجلی چمکی اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے بارش برسی، ابھی آپ اپنی مسجد تک نہیں آئے کہ نالے بہنے لگے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَلَمَّا رَاٰی سُرْعَتَهُمْ اِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَ اَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ۔[سنن ابی داوٗد، کتاب صلوٰۃ الاستسقاء ، باب رفع الیدین فی الاستسقاء، رقم:۱۱۷۳]

جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لوگوں کو (بارش سے بچنے کے لئے) اپنی پناہ گاہوں کی طرف جلدی جلدی لپکتے دیکھا تو آپ اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں، اور آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

وہ دعا جس کا جوبن بہارِ قبول
اُس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام

راہِ خدا کے مجاہد

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک زوجہ محترمہ کے گھر میں سو گئے، پھر:

فَضَحِكَ فِيْ مَنَامِهٖ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ قَالَتْ لَهٗ اِمْرَاَةٌ مِّنْ نِّسَآئِهٖ: لَقَدْ ضَحِكْتَ فِيْ مَنَامِكَ، فَمَا اَضْحَكَكَ؟

[مسند امام احمد، رقم:۲۷۱۷]

آپ نیند میں ہنس دئے، جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ محترمہ نے عرض کیا: آپ نیند میں ہنس دیئے تھے، آپ کس وجہ سے ہنسے؟

آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی امت کے ان لوگوں پر تعجب ہوا جو دشمن کے خطرہ کے پیش نظر اس سمندر میں سوار ہوں گے، وہ راہِ خدا میں جہاد کریں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے بہت خیر و بھلائی بیان فرمائی۔

ایک بیعت اور سہی

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم چودہ سو افراد رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ میں پہنچے، یہ کنواں پچاس بکریوں کو سیر اب نہیں کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ اس کی منڈیر پر تشریف فرما ہوئے، آپ نے دعا مانگی یا اس میں اپنا لعابِ دہن ڈالا، کنویں کا پانی جوش مارنے لگا، ہم نے پانی پیا اور پلایا، پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک درخت کے تنے کے پاس بیعت کے لئے بلایا، میں نے پہلے لوگوں میں شامل ہو کر بیعت کرلی، آپ ﷺ بیعت لیتے رہے جب لوگوں کے درمیان میں پہنچے (آدھے لوگ بیعت کر چکے) آپ نے فرمایا: ابو سلمہ! تم میری بیعت کرو، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں تو پہلے لوگوں میں بیعت کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا: پھر سہی، آپ نے مجھے بیعت فرمایا اور مجھے خالی ہاتھ دیکھ کر مجھے چمڑے کی ڈھال عطا فرمائی، پھر آپ نے لوگوں سے بیعت لینا شروع کی، جب آپ آخری لوگوں تک پہنچے تو مجھ سے فرمایا: کیا تم میری بیعت نہیں کرو گے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں تو پہلے اور درمیانی لوگوں میں آپ کی بیعت کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا: اب اور سہی، میں نے آپ کی بیعت کی، پھر آپ نے پوچھا: میں نے تجھے ڈھال دی تھی وہ کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے میرے چچا عامر خالی ہاتھ ملے تو میں نے وہ ڈھال ان کو دے دی۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

أَنْتَ كَالَّذِي قَالَ اللّٰهُمَّ أَبْغِنِي خَلِيلًا هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَضَحِكَ [مسند امام احمد، ج۴، رقم:۱۶۰۸۳]

تم اس شخص کی طرح ہو جس نے دعا کی اے اللہ! مجھے ایسا دوست عطا فرما جو مجھے اپنی جان سے زیادہ پیارا ہو اور آپ ہنس دیئے۔

پھر مشرکوں سے صلح کی بات چیت کے لئے آدمی آنے جانے لگے، میں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا خدمت گزار تھا اس کے گھوڑے کو کھریرا پھیرتا اور اس کو پانی پلاتا، میرا کھانا حضرت طلحہ کے ہاں ہوتا، میں اپنے اہل و عیال اور مال و متاع کو اللہ اور اس کے رسول اکی طرف ہجرت کر کے چھوڑ چکا تھا، جب ہماری اور اہل مکہ کی صلح ہو گئی اور ہمارا آنا جانا شروع ہوا، میں ایک درخت کے پاس آیا، کانٹے صاف کئے اور اس کے سایہ میں لیٹ گیا، مشرکین مکہ میں سے چار افراد رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہونے کے ارادہ سے آئے، میں وہاں سے دوسرے درخت کی

طرف چلا گیا، انہوں نے اپنے ہتھیار لٹکائے اور لیٹ گئے، اسی دوران وادی کے زیریں حصہ سے کسی نے آواز دی: اے مہاجرین! ابن زنیم قتل کر دیا گیا ہے، میں نے اپنی تلوار لی اور ان چاروں کی طرف دوڑا، میں نے ان کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا اور ان سے کہا: اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو عزت عطا فرمائی ہے تم میں سے جس نے بھی سر اٹھایا میں اس کا سر پھاڑ دوں گا، پھر میں ان کو ہانکتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا اور میرا چچا عامر ستر افراد سمیت ابن مکرز کو ہانکتا ہوا لایا، ہم نے ان کو حضور ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو، اور ان کو معاف فرما دیا، اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا۝ [الفتح: ۲۴]

اور وہی ہے جس نے روک دیا ان (کافروں) کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے، مکہ کے درمیان میں، اس کے بعد کے تمہیں ان پر کامیاب فرما دیا، اور اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے۔

پھر ہم مدینہ طیبہ کی طرف واپس روانہ ہوئے۔

اللہ کا بندوں پر حق

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک روز اپنے یعفور نام کے دراز گوش پر سوار ہوئے، اس کی لگام کھجور کی چھال کی تھی، پھر مجھے فرمایا: معاذ! تم بھی سوار ہو جاؤ، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ سفر جاری رکھیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم بھی سوار ہو جاؤ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں:

فَرَدِفْتُهٗ فَصَرَعَ الْحِمَارُ بِنَا فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضْحَكُ وَ قُمْتُ اَذْكُرُ مِنْ نَفْسِیْ اَسَفًا ثُمَّ فَعَلَ ذَالِكَ الثَّانِیَةَ ثُمَّ الثَّالِثَةَ [مسند امام احمد، ج۶، رقم: ۲۱۵۶۸]

میں آپ کے پیچھے سوار ہوا تو دراز گوش نے ہمیں گرا دیا نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر ہنسنے لگے، میں دل میں شرمندگی محسوس کرنے لگا (کہ میری وجہ سے ایسا ہوا) پھر دراز گوش نے دوسری اور تیسری مرتبہ بھی ایسا کیا۔

پھر ہم اس پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے بڑھا کر میری پیٹھ پر چابک یا عصا سے ضرب لگائی اور فرمایا: معاذ! جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں پھر جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے سفر کیا پھر آپ ﷺ نے

میری پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے معاذ! جانتے ہو جب بندے ایسا کریں تو اللہ پر بندوں کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جب وہ ایسا کریں تو وہ ان کو جنت میں داخل فرمادے۔

حضرت سلامہ الضبّیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ابتدائے اسلام میں نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے، میں اپنے گھر والوں کے جانور چرا رہی تھی، آپ نے فرمایا: سلامہ! تم کس چیز کی گواہی دیتی ہو؟ میں نے کہا: میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت سلامہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

فَتَبَسَّمَ وَاللهِ ضَاحِكًا۔ اللہ کی قسم آپ مسکراتے ہوئے ہنس دیئے۔

(اسد الغابہ، ج۷، ص۱۴۵، رقم:۶۹۹۴)

ہم مشرک سے تحفہ قبول نہیں کرتے

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے دورِ جاہلیت میں آپ میری محبوب ترین شخصیت تھے، پھر آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا اور ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

حکیم بن حزام نے حمیری بادشاہ ذی یزن کا حلہ فروخت ہوتے دیکھا تو پچاس اشرفیوں میں خرید لیا اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکیم کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ہم مشرکوں سے ہدیہ قبول نہیں کرتے، اگر تم چاہو تو ہم اسے خرید لیں گے۔ انہوں نے وہ ہدیہ آپ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ [مسند امام احمد، ج۴، ص۴۰۴، ۴۰۵، رقم: ۱۴۸۹۹]

رسول اللہ ﷺ نے وہ حلّہ زیب تن فرما کر جمعہ کا خطبہ دیا، پھر وہ حلّہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو پہنا دیا۔ [طبقات ابن سعد، ج۴، ص۴۸]

حضرت حکیم بن حزام کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ کو اس حلّہ میں دیکھا آپ ایسے لگ رہے تھے جیسے چودھویں کا چاند، حکیم نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے:

ما تنظر الحکام بالحکم بعد ما

بدا واضح ذو غرۃ و حُجول

اذا واضحوہ المجد اربیٰ علیھم

بمتفرغ ماء الذباب سجیل

حکم دینے والے اس کے بعد کیا حکم دیں گے جب وہ نظروں کے سامنے ہو جس کی پیشانی اور ہاتھ پیر چمک رہے ہوں، جب آپ غور سے دیکھیں تو لوگوں پر آپ کی عظمت اور زیادہ بڑھتی ہے، (ایسا معلوم ہوتا ہے) جیسے آپ پر صاف شفاف رواں پانی ڈالا گیا ہے۔

راوی کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ [مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ج۸، ص۲۷۸]

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنس دیئے۔

مستدرک حاکم میں حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے: میں نے وہ حلّہ اسامہ رضی اللہ عنہ کو پہنے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا: اسامہ! تم نے ذی یزن کا حلّہ پہنا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں، کیونکہ میں ذی یزن سے بہتر ہوں، میرے والد ذی یزن کے والد سے اور میرے والدہ ذی یزن کی والدہ سے بہتر ہیں۔ (کہ ہم سب مومن ہیں)

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں مکہ واپس چلا گیا مجھے اسامہ کی بات نے حیرت زدہ کر دیا۔ [مستدرک، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ج۳، ص۴۸۴]

اگر اسامہ لڑکی ہوتے

رسول اللہ ﷺ کی انّا حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اور آزاد کردہ غلاموں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے اور رسول اللہ ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ بہت محبت فرماتے تھے، ایسا بھی ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی گود میں ایک ران پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور دوسری ران پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے اور یہ دعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا

اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گھر میں تشریف فرما تھے، کم سن اسامہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

اِذْ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْہِ اُسَامَۃَ فَضَحِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْاَنَّ اُسَامَۃَ جَارِیَۃٌ لَحَلَّیْتُھَا وَزَیَّنْتُھَا حَتّٰی اُنْفِقَھَا۔ [طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۷ء، ج۴، ص۴۶]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ کے چہرہ کو دیکھا تو ہنس دیئے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اسامہ لڑکی ہوتے تو میں اسے زیور پہناتا اور اسے سنوارتا، یہاں تک کہ ان کی شہرت ہو جاتی۔(اور اس کے لئے رشتے آتے)

میں نے ناک پکڑ لی کہ کہیں خون نہ ٹپکنے لگے

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت میں مزاح تھا، بعض اوقات آپ اپنی باتوں سے رسول اللہ ﷺ کو ہنسا دیا کرتی تھیں۔ ابو معاویہ الضریر بن اعمش از ابراہیم روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہانے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

صَلَّیْتُ خَلْفَكَ الْبَارِحَۃَ فَرَکَعتَ بِیْ حَتّٰی اَمْسَكْتُ بِاَنْفِیْ مَخَافَۃَ اَنْ یَّقْطُرَ الدَّمُ، قَالَ فَضَحِكَ۔ [طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت۱۹۹۷ء، ج۸، ص۴۴]

میں نے گزشتہ رات آپ کے پیچھے نماز پڑھی جب میں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا تو (آپ کے طویل رکوع کی وجہ سے) میں نے اس اندیشہ سے اپنی ناک پکڑ لی کہ کہیں خون کے قطرے نہ گرنے لگیں، راوی کہتے ہیں: آپ ﷺ یہ سن کر ہنس دیئے۔

یارسول اللہ! مجھے ان کی طرف سے اندیشہ تھا

یہودیوں کا مرکز خیبر مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور دسیسہ کاریوں کا گڑھ تھا، جنگ خندق میں مشرکوں کے تمام گروہوں کو مسلمانوں پر چڑھالانے میں یہاں کے یہودی پیش پیش تھے، انہوں نے ہی جنگ خندق کے موقع پر بنو قریظہ کے یہودیوں کو خیانت پر آمادہ کیا تھا، منافقوں کو شہ دینے والے یہی لوگ تھے، بنو غطفان اور بدوؤں سے ان کا مسلسل رابطہ تھا، اپنی ان کارستانیوں کے ذریعہ انہوں نے مسلمانوں کو آزمائش میں ڈال رکھا تھا۔

اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد محرم ۷ ہجری میں ان چودہ سو افراد کے ساتھ جنہوں نے بیعت رضوان کی تھی خیبر کا قصد فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے قلعوں کا محاصرہ فرمالیا اور پھر نصرتِ خداوندی سے یہودیوں کے یہ مضبوط اور مستحکم قلعے ریت کی دیواریں ثابت ہوئے۔

جب قیدی عورتیں جمع کی گئیں تو ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق مارا گیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شبِ عروسی بسر فرمائی، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہاتھ میں تلوار لئے رات بھر خیمہ کے باہر پہرہ داری کرتے رہے، صبح کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تلوار دیکھی تو اس کا سبب دریافت فرمایا، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ كَانَتْ جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ وَ كُنْتَ قَتَلْتَ اَبَاهَا وَ اَخَاهَا وَ زَوْجَهَا فَلَمْ اٰمَنْهَا عَلَيْكَ، فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَهٗ خَيْرًا۔ [طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۷ء، ج۸، ص۹۹، ۱۰۰]

یارسول اللہ! صفیہ نئی دلہن تھی اور آپ نے حال ہی میں اس کے باپ، بھائی اور شوہر کو قتل کیا تھا، لہذا مجھے اس کی طرف سے آپ کے لئے اندیشہ تھا، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنس دیے اور حضرت ابو ایوب کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

انصار کو کھجور سے بڑی محبت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میری ماں ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں میرے ماں شریک بھائی عبد اللہ کی ولادت رات کے پچھلے پہر ہوئی، عبد اللہ کے والد حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بیدار ہونے تک اس کو ایسے ہی رہنے دو۔

جب صبح ہوئی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بچہ کو نہلایا اور میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور مجھے کہا: اپنے بھائی کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اسے لے کر جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا، آپ ازار پہنے ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ میں کدال تھی، آپ نے پوچھا: انس! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ میرا بھائی ہے، اسے میری امی نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے لیا پھر کھجور منگوا کر چبائی اور بچہ کے تالو سے لگا دی (گھٹی دی) ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَتَلَمَّظَهَا الصَّبِيُّ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ثُمَّ قَالَ: حُبُّ الْاَنْصَارِ التَّمْر۔ [طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۷ء، ج۸، ص۳۱۹]

بچہ اسے چوسنے لگا تو نبی کریم ہنس دیئے اور فرمایا: انصار کو کھجور سے بڑی محبت ہے۔

طبقات ابن سعد کی دوسری روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری ماں نے کچھ عجوہ کھجوریں بھی ساتھ کر دیں تھیں، رسول اللہ ﷺ نے بچے کو مجھ سے لے لیا اور پوچھا تمہارے پاس کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا کھجوریں ہیں، آپ نے ایک کھجور لے کر چبائی اور بچے کے منہ میں ڈال دی اور بچے کا نام عبد اللہ رکھا۔

حسان! تو نے سچ کہا ہے

امام زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم نے ابو بکر کی مدح میں کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہو میں سن رہا ہوں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

وَثَانِي اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ الْمُنِيْفِ وَقَدْ

طَافَ الْعَدُوُّ بِهِ اِذْ صَعِدَ الْجَبَلَا

وَكَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللهِ قَدْ عَلِمُوْا

مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ رَجُلَا

وہ بلند غار میں دو میں سے دوسرے تھے، حالانکہ دشمن اس کے ارد گرد پھرتے تھے جب وہ پہاڑ پر چڑھے تھے۔

وہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں، لوگ جانتے ہیں کہ کوئی شخص ان کے برابر نہیں۔

راوی کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ، ثُمَّ قَالَ: صَدَقْتَ يَا حَسَّانُ هُوَ كَمَا قُلْتَ۔[طبقات ابن سعد، مطبوعہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۷ء، ج۳، ص ۱۲۹، ۱۳۰]

رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور فرمایا: حسان! تو نے سچ کہا وہ ایسے ہی ہیں جیسا تم نے کہا ہے۔

ہمارا بہترین سوار ابو قتادہ اور بہترین پیادہ سلمہ ہے

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور حضور ﷺ کے غلام رباح رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے اونٹ لے گئے، میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی لے گیا، میرا ارادہ تھا کہ اسے بھی اونٹوں کے ساتھ چراگاہ میں چھوڑ دوں گا۔ رات کی تاریکی میں عبد الرحمن بن عیینہ نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں کو لوٹ لیا، چرواہے کو قتل کر دیا اور وہ چند سواروں کے ساتھ اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے روانہ ہوا۔ (میں نے یہ منظر دیکھا تو) میں نے رباح سے کہا: تم گھوڑے پر سوار ہو کر اسے ابو طلحہ کے ہاں پہنچا دو اور رسول اللہ ﷺ تک خبر پہنچاؤ کہ آپ کے جانور لوٹ لئے گئے ہیں۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا اور مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے تین بار "یاصباحاہ" (ہائے صبح) کی آواز دی۔ پھر غارت گروں کا پیچھا کیا، میرے پاس تلوار اور تیر تھے، میں انہیں تیر مار کر زخمی کرنے لگا، میں ایسا اس وقت کرتا جب درختوں کی کثرت ہوتی، جب کوئی سوار میری طرف پلٹتا تو میں درخت کی جڑ میں بیٹھ کر اسے تیر مارتا، میں نے اپنی طرف آنے والے ہر سوار کو زخمی کر دیا، میں تیر اندازی کے دوران یہ کہتا تھا: میں اکوع کا بیٹا ہوں، آج قابلِ ملامت لوگوں کے لئے مصیبت کا دن ہے۔

میں برابر ان کا پیچھا کرتا رہا اور ان پر تیر برساتا رہا، جب تنگ وادی آجاتی تو میں پہاڑ پر چڑھ کر ان پر پتھر پھینکتا تھا، یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں کو ان کے پنجے سے چھڑا لیا میں پھر بھی ان کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ انہوں نے تیس سے زائد نیزے اور اتنی ہی چادریں اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے پھینک دیئے۔ وہ جو کچھ پھینکتے میں اسے رسول اللہ ﷺ کے راستہ پر جمع کر کے ان پر پتھر رکھ دیتا تھا۔

جب دن نکلا عیینہ بن بدر الفزاری ان کی مدد کو آگیا، وہ لوگ اس وقت تنگ گھاٹی میں تھے، میں پہاڑ پر چڑھ کر ان کے اوپر آگیا، عیینہ نے ان سے میرے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا: اس نے ہمیں بہت ستایا ہے یہ صبح سے ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے اس نے ہم سے سب کچھ چھین لیا ہے اور (اپنی حفاظت میں) اپنے پیچھے کر لیا ہے، عیینہ نے کہا: ایسا نہ ہو کہ اس کے پیچھے کوئی اور تمہارا متلاشی ہو، تم میں سے کچھ لوگ اس کی طرف جائیں، چنانچہ ان میں سے چار

آدمی میری طرف بڑھنے لگے، وہ پہاڑ پر چڑھے، میں نے انہیں آواز دی جانتے ہو میں کون ہوں؟ انہوں نے پوچھا: کون ہو؟ میں نے جواب دیا: میں اکوع کا بیٹا ہوں، اس ذات کی قسم جن نے محمد ﷺ کے چہرۂ انور کو مکرم فرمایا ہے تم میں سے کوئی شخص مجھے نہیں پا سکتا اور میں جسے چاہوں وہ مجھ سے نہیں بچ سکتا۔ ان میں سے ایک کہنے لگا میرے خیال میں یہ سچ کہہ رہا ہے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ابھی اپنی جگہ پر بیٹھنے نہ پایا تھا کہ میں نے درختوں کے درمیان سے رسول اللہ ﷺ کے شہسواروں کو دیکھا، حضرت اخرم الاسدی رضی اللہ عنہ سب سے آگے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کے شہ سوار حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ تھے، مشرک بھاگ کھڑے ہوئے، میں پہاڑ سے اتر کر اخرم رضی اللہ عنہ کے سامنے آگیا اور ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا: اخرم! ان لوگوں سے بچو کہیں وہ آپ کو قابو میں نہ کرلیں، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی آمد کا انتظار کرو۔

حضرت اخرم رضی اللہ عنہ نے کہا: سلمہ! اگر آپ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جنت اور جہنم حق ہے تو میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ ہوں۔ میں نے ان کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی، وہ عبد الرحمن بن عیینہ سے جا ٹکرائے وہ ان پر پلٹ پڑا، دونوں ایک دوسرے پر نیزوں سے وار کرنے لگے، حضرت اخرم رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمن کو زخمی کر دیا، عبد الرحمن نے نیزے کا وار کر کے ان کو شہید کر دیا۔ عبد الرحمن، حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو گیا، اتنے میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ عبد الرحمن کے مقابل آ گئے اور باہم نیزہ بازی ہونے لگی، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو زخم لگا لیکن انہوں نے عبد الرحمن کو قتل کر دیا اور حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

میں برابر مشرکوں کے پیچھے بھاگتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کا غبار بھی نظر نہ آتا تھا۔ مشرک ذو قرد نام کے ایک چشمے پر پہنچے انہوں نے وہاں پانی پینے کا ارادہ کیا لیکن مجھے اپنے پیچھے دوڑتا ہوا دیکھ لیا تو اس سے ہٹ گئے اور ایک گھاٹی ثنیہ ذی دبر میں پناہ لی، آفتاب غروب ہو گیا، میں نے ایک آدمی کو جالیا اسے تیر مارا اور کہا: یہ لے، میں ابن الاکوع ہوں، آج کا دن قابل ملامت لوگوں کے لئے باعثِ مصیبت ہے۔

اس نے کہا: اے میری ماں کے رلانے والے! کیا تم صبح والے ابن الاکوع ہو؟ میں نے کہا: ہاں! اے دشمنِ جان، یہ وہی شخص تھا جسے میں نے صبح کو تیر مارا تھا، میں نے اسے ایک اور تیر مارا، دونوں تیر اسے لگے، وہ لوگ گھوڑے چھوڑ کر بھاگ گئے، میں گھوڑوں کو ہانکتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا، آپ اس وقت ذی قرد کے اسی چشمہ پر تھے جس سے میں نے ان لوگوں کو بھگایا تھا، رسول اللہ ﷺ پانچ سو اصحاب کے ہمراہ تھے۔ حضرت بلال

رضی اللہ عنہ نے ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ کو ذبح کیا تھا جو میں پیچھے چھوڑ گیا تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے اونٹ کی کلیجی اور کوہان بھون رہے تھے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں اور اپنے اصحاب میں سے ایک سو منتخب افراد میرے ساتھ کر دیں تو میں کافروں پر شب خون ماروں اور ان میں سے کسی خبر دینے والے کو بھی زندہ باقی نہ رہنے دوں۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ نے فرمایا: سلمہ! کیا تم ایسا کرنا چاہتے ہوں؟ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت و کرامت سے سرفراز فرمایا ہے، میں یہی چاہتا ہوں۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَاَيْتُ نَوَاجِذَهٗ فِيْ ضَوْءِ النَّارِ۔[طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ج۲، ص۶۴، ۶۳]

(میرا یہ جواب سن کر) رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ میں نے آگ کے روشنی میں آپ کی مبارک داڑھیں دیکھ لیں۔

پھر فرمایا: اس وقت وہ لوگ بنو غطفان کے علاقہ میں مہمانی کھا رہے ہوں گے۔

غطفان کے ایک آدمی نے آکر بتایا: وہ لوگ فلاں غطفانی کے پاس پہنچے تو اس نے ان لوگوں کے لئے اونٹ ذبح کیا، یہ لوگ اس کی کھال اتار رہے تھے کہ انہوں نے غبار دیکھا تو اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔(وہ سمجھے کہ مسلمان ان کے تعاقب میں آرہے ہیں)۔

صبح کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج ہمارا بہترین شہ سوار ابو قتادہ اور بہترین پیادہ سلمہ بن الاکوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے غنیمت میں سے سوار اور پیادے کا حصہ عطا فرمایا، اور مدینہ منورہ کی طرف واپس آتے ہوئے آپ نے مجھے اپنی عضباء نامی اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار کر لیا۔

سچ بتاؤ تم کون ہو؟

۶ ہجری کا واقعہ ہے حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) قریش کے چند آدمیوں سے کہا: تم میں سے کوئی ایسا ہے جو محمد (ﷺ) کو دھوکے سے قتل کر دے کیونکہ وہ (محافظوں کے بغیر) بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔

ایک اعرابی نے آکر کہا: میں خود کو سب لوگوں سے زیادہ مضبوط، سب سے زیادہ تیز اور سب سے زیادہ دل جمعی والا انسان پاتا ہوں، اگر تم مجھے قوت فراہم کر دو میں ان کی طرف جاتا ہوں، میرے پاس گدھ کے پر جیسا خنجر ہے میں ان کو دھوکے سے قتل کر دوں گا۔ پھر میں کسی قافلہ میں شامل ہو جاؤں گا، بھاگ کر سب سے آگے نکل جاؤں گا کیونکہ میں راستہ سے خوب واقف ہوں۔

ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: تو ہمارا ساتھی ہے، اسے اونٹ اور زادِراہ دیا اور کہا: اپنا منصوبہ دل میں رکھنا، وہ رات کو روانہ ہوا اور سبک رفتاری سے سفر کرتے ہوئے چھٹے دن مدینہ منورہ میں جا پہنچا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق دریافت کیا، آپ بنو عبد الاشہل کی مسجد میں تشریف فرما تھے، اس نے مسجد کے سامنے اپنی سواری کو باندھا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف آیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: یہ شخص دھوکہ بازی کرنا چاہتا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے آگے بڑھا تو حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کے تہبند کا اندرونی حصہ پکڑ لیا جس سے جنجر نکل کر گرا۔ وہ چیخا: میرا خون، میرا خون، حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے اس کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچ بتاؤ تم کون ہو؟ اس نے کہا: مجھے امان ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس نے اپنا منصوبہ اور ابو سفیان کی طرف سے معاوضہ کی بابت بتایا، رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہما کو ابو سفیان بن حرب کی طرف بھیجا اور فرمایا: اگر تم اسے غافل پاؤ تو قتل کر دو، دونوں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ رات کے وقت بیت اللہ کا طواف کرنے لگے تو ان کو معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) نے دیکھا اور پہچان لیا اور قریش کو اطلاع کر دی۔

قریش ان کی اس طرح آمد سے خوف زدہ ہو گئے اور ان کی تلاش شروع ہوئی، حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ دورِ جاہلیت میں بہت دلیر اور کر گزرنے والے آدمی تھے، لوگوں نے کہا: عمرو کی آمد خیر کے لئے نہیں، وہ سب ان کو پکڑنے کے لئے جمع ہوئے تو حضرت عمرو اور سلمہ رضی اللہ عنہما بھاگ نکلے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو راستہ میں عبید اللہ بن مالک تیمی (مشرک) ملا جس کو انہوں نے قتل کر دیا، آگے بنو الدیل کا ایک آدمی یہ شعر گنگناتا ہوا ملا:

میں جب تک زندہ رہوں گا مسلمان نہیں ہوں گا
اور مسلمانوں کے دین کو قبول نہیں کروں گا

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا، راستہ میں انہیں قریش کے دو جاسوس ملے، انہوں نے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو قیدی بنا کر مدینہ طیبہ میں لے آئے۔

طبقات ابن سعد کی روایت میں ہے:

فَجَعَلَ عَمْرٌو يُخْبِرُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَهٗ وَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ۔

[طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۲، ص ۷۲]

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو اپنا حال بتا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہنس رہے تھے۔

سعد رضی اللہ عنہ کا تیر ٹھیک نشانہ پر لگا

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ [شمائل ترمذی، باب ما جاء فی ضحک رسول اللہ ارقم: ۲۲۵]

میں نے خندق (کی لڑائی) کے دن دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نظر آئیں۔

عامر بن سعد کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس بات پر ہنسے تھے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک کافر کے پاس ڈھال تھی اور سعد بڑے تیر انداز تھے مگر وہ کافر اپنی ڈھال کو اِدھر اُدھر کر کے اپنے چہرہ کو بچا رہا تھا، سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا پھر جو نہی اس (کافر) نے سر اٹھایا سعد رضی اللہ عنہ نے تیر مارا، ان کا تیر خطا نہ گیا یعنی اس کی پیشانی نشانہ بنی، وہ پلٹ کر گرا اور اس کی ٹانگ اوپر اٹھ گئی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ قَالَ قُلْتُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكَ قَالَ مِنْ فِعْلِهٖ بِالرَّجُلِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں نظر آئیں، راوی عامر کہتے ہیں میں نے پوچھا آپ ﷺ کس وجہ سے ہنسے؟ انہوں نے کہا: سعد کی اس کارروائی سے جو اس نے کافر سے کی۔

اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت حرام فرمادی ہے

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے شراب کی حرمت نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دی اور شراب کا مشکیزہ پیش کیا:

فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ وَ قَالَ اِنَّهَا قَدْ حُرِّمَتْ بَعْدَكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَاَبِيْعُهَا وَ انْتَفِعُ بِثَمَنِهَا ؟ ۔ [تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ دارالفکر للطباعۃ و النشر و التوزیع ۱۴۱۹ھ، سورۃ المائدہ: ۹۰، ج ۲، ص ۱۰۸]

رسول اللہ ﷺ مشکیزہ دیکھ کر ہنس دیئے اور ارشاد فرمایا: تمہارے (مدینہ منورہ سے جانے کے) بعد شراب حرام کر دی گئی ہے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اسے بیچ کر اس کا نفع کما لیتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے ان پر گائے بکری کی چربی حرام کر دی گئی تو وہ اسے پگھلا کر اس کا روغن بیچ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت سب حرام فرما دی ہے۔

بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمًا فَرِحًا مَسْرُوْرًا وَ هُوَ يَضْحَكُ وَ هُوَ يَقُوْلُ لَنْ يَّغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ لَنْ يَّغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ [تفسیر جامع البیان، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ج ۱۵، ص ۲۹۷۔ تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ج ۴، ص ۵۸۵]

ایک دن نبی ﷺ خوش خوش ہنستے ہوئے باہر تشریف لائے، آپ یہ فرما رہے تھے: ہرگز ایک عُسر (ایک تنگی) دو یُسر (دو آسانیوں) پر غالب نہیں آسکتی، ہرگز ایک عسر دو یسروں پر غالب نہیں آسکتا۔ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے): ”بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے، بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے“۔

میں تو اللہ کا ذکر کر رہا تھا

فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ طواف کر رہے تھے کہ فضالہ بن عمیر لیثی رضی اللہ عنہ دھوکہ سے آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئے، رسول اللہ ﷺ نے فضالہ سے فرمایا: تم اپنے دل میں کیا سوچ رہے ہو؟ فضالہ نے کہا:

لَا شَيْئٌ كُنْتُ اَذْكُرُ اللهَ تَعَالٰى فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَقَالَ اَسْتَغْفِرُ اللهَ لَكَ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ [سیرۃ ابن ہشام، ج ۴، ص ۶۵، ۶۶۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ، رقم: ۶۹۹۴]

کچھ نہیں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور فرمایا: میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں پھر آپ نے فضالہ کے سینہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! آپ نے میرے سینے سے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا کہ آپ مجھے روئے زمین کے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ

غزوۂ خندق میں بنو قریظہ کے یہودیوں نے غداری سے کام لیا، عین دشمنوں کے محاصرہ کے دوران مسلمانوں کے پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی کوشش کی، غزوہ خندق کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے بنو قریظہ کا محاصرہ فرمایا، پچیس دن کے محاصرے کے بعد بنو قریظہ نے کہلا بھیجا کہ آپ ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ ہم ان سے اپنے معاملہ میں مشورہ کر سکیں، جب حضرت ابولبابہ وہاں پہنچے یہودیوں کی عورتیں اور بچے ان کے سامنے رونے لگے، حضرت ابولبابہ پر رقت طاری ہو گئی، بنو قریظہ نے کہا: ابولبابہ! آپ کی کیا رائے ہے کیا ہم محمد ﷺ کے حکم پر قلعہ سے اتر آئیں؟، حضرت ابولبابہ نے اثبات میں جواب دیا ساتھ ہی اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتادیا کہ قلعے سے اترنا بس ذبح ہونا ہے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ابھی میرے قدم وہاں سے ہٹے نہ تھے کہ میں نے محسوس کر لیا میں نے اللہ اور اس کے رسول کے معاملہ میں خیانت کی ہے، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ فوراً وہاں سے واپس ہوئے مگر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے، اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ لیا اور کہا: میں اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹوں گا جب تک اللہ تعالیٰ میری اس غلطی کی توبہ قبول نہ فرمالے۔ اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ اب میں کبھی بنو قریظہ کے پاس قدم نہیں رکھوں گا اور ان کے اس شہر میں کبھی دکھائی نہ دوں گا جس میں، میں نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا دیر تک انتظار فرمایا، جب آپ کو اطلاع ملی اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی کیفیت معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا، اب وہ جو کچھ کر چکے ہیں اس کے پیش نظر میں اسے اس وقت تک رہا نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ فرمالے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے یزید بن عبد اللہ بن قُسیط نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السَّحَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ؟ أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ قَالَ تِيْبَ عَلٰى أَبِيْ لُبَابَةَ [سیرۃ ابن ھشام، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، ج۳، ص ۲۶۰ تا ۲۶۲۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، رقم:۱۶۹۲]

میں نے صبح سویرے رسول اللہ ﷺ کو ہنستے ہوئے سنا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہنسائے۔ آپ نے فرمایا: ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اسے خوش خبری دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اگر تم چاہو تو انہیں خوش خبری سنادو۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئیں، (یہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے) اور کہا: اے ابولبابہ! تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے۔
لوگ بے تابانہ ابولبابہ کو رہا کرنے کے لئے دوڑے، ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، میں اس وقت تک رہا نہیں ہوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ خود آکر اپنے دست مبارک سے مجھے رہا نہ فرمائیں۔

جب رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے لئے ان کے پاس سے گزرے تو انہیں کھول دیا۔

یہ حرکت کس نے کی ہے؟

ربیعہ بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا، اس نے مسجد نبوی کے ایک کونے میں اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا، (اور خود حضور ﷺ سے ملنے چلا گیا) بعض صحابہ نے حضرت نعیمان الانصاری رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر تم اسے ذبح کر دو تو ہم اس کا گوشت کھائیں، ہمیں گوشت کھانے کی بڑی خواہش ہے، حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ نے اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ اعرابی باہر آیا اس نے اونٹنی کی حالت دیکھی تو چلایا: اے محمد! (ﷺ) میری اونٹنی؟ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور دریافت فرمایا: یہ حرکت کس نے کی ہے؟ لوگوں نے کہا: نعیمان نے، آپ نعیمان کی تلاش میں نکلے اور اسے ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے گھر میں اس حالت میں پایا کہ انہوں نے ایک گڑھے میں خود کو چھپایا ہوا تھا اور گڑھے پر کھجور کی ٹہنیاں ڈالی ہوئی تھیں، ایک صحابی نے اشارے سے ان کے بارے میں بتایا، رسول اللہ ﷺ نے نعیمان رضی اللہ عنہ کو گڑھے سے نکال کر فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ نعیمان رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! جن لوگوں نے آپ کو میرے بارے میں بتایا ہے انہوں نے ہی مجھے ایسا کرنے کو کہا تھا۔

راوی کہتے ہیں:

فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَضْحَكُ ثُمَّ غَرَمَهَا لِلْأَعْرَابِيِّ [الاصابہ فی تمیز الصحابہ، رقم: ۸۷۸۸]

رسول اللہ ﷺ نُعیمان کے چہرے سے مٹی صاف کرنے لگے اور ہنسنے لگے، پھر آپ نے اعرابی کو اونٹنی کی قیمت ادا فرمادی۔

اے اللہ! تو طلحہ سے ہنستے ہوئے ملاقات فرما

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے، حضرت طلحہ بن البراء انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ آپ سے چمٹ گئے اور آپ ﷺ کے قدموں کو بوسے دینے لگے، طلحہ رضی اللہ عنہ ابھی نوعمر تھے، کہنے لگے یارسول اللہ! آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں، میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، راوی کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: اذْهَبْ فَاقْتُلْ اَبَاكَ فَخَرَجَ مُوْلِياً لِيَفْعَلَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ بِقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ۔[اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، رقم:۲۶۱۶]

(اس کی اس پیش کش پر) رسول اللہ ﷺ ہنس دیئے اور فرمایا: جاؤ اپنے باپ کو قتل کر دو، طلحہ یہ کام سرانجام دینے کو نکلنے لگا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: میں قطع رحمی کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں۔(میں تو ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑنے کے لئے آیا ہوں)

حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں طلحہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے جب آپ واپس جانے لگے تو اس کے گھر والوں سے فرمایا: مجھے طلحہ میں موت کے آثار نظر آرہے ہیں، جب ان کا انتقال ہو مجھے خبر دینا تاکہ میں ان پر نماز جنازہ پڑھوں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا رات میں انتقال ہو گیا، انہوں نے مرنے سے پہلے وصیت کی کہ رات کے وقت مجھے دفن کر دینا، رسول اللہ ﷺ کو زحمت نہ دینا، کہیں میری وجہ سے رات کے وقت باہر آنے سے یہودی آپ کو ضرر نہ پہنچائیں۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ کو طلحہ کی موت اور تدفین کی خبر ملی تو آپ طلحہ کی قبر پر تشریف لائے، لوگ آپ کے ساتھ صف بستہ تھے، آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی: اے اللہ! تو طلحہ سے ہنستے ہوئے ملاقات فرما اور وہ تجھ سے ہنستے ہوئے ملاقات کرے۔

ہمارا اونٹ سب سے آگے تھا

حضرت معاذ بن رفاعہ انصاری رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں اور میرا بھائی خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ اپنے لاغر اونٹ پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بدر کے لئے روانہ ہوئے، جب ہم الروحاء (یہ جگہ مدینہ طیبہ سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ہے) کے پیچھے "البرید" میں پہنچے ہمارا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، میں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ اونٹ ہمیں مدینہ طیبہ تک لے گیا تو ہم اسے تیرے لئے ذبح کر دیں گے۔

ہم اسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے، آپ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ ہم نے عرض کیا: ہمارا اونٹ بیٹھ گیا ہے (مزید چلنے کے قابل نہیں رہا) رسول اللہ ﷺ اپنی سواری سے اترے، وضو کیا، پھر وضو کے باقی ماندہ پانی میں کلی فرمائی اور ہمیں اونٹ کا منہ کھولنے کا حکم دیا، آپ نے اس پانی میں سے کچھ اونٹ کے منہ میں ڈالا، پھر اس کے سر، گردن، گدی، کوہان، کولھوں اور دُم پر وہ پانی ڈالا اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ! رافع اور خلاد کو سوار کر دے۔

دعا فرما کر رسول اللہ ﷺ روانہ ہو گئے، ہم بھی اونٹ پر سوار ہوئے اور اونٹ چل پڑا، ہم نے رسول اللہ ﷺ کو آدھے راستے میں پالیا، ہمارا اونٹ سب سے آگے تھا۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَلَمَّا رَاٰنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى اَتَيْنَا بَدْرًا ۔[اسد الغابہ، ج۲، ص ۱۴۱، رقم:۱۴۶۸]

جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دیکھا تو آپ ہنس دیئے، ہم اسی طرح سوار ہو کر بدر تک آئے۔

جب ہم وادیٔ بدر کے قریب پہنچے اونٹ پھر بیٹھ گیا، ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اسے ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دیا۔

ابو حنظلہ! یہ تم کہہ رہے ہو

حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کو ایک صاحب نے بتایا جنہوں نے خود سنا کہ حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر بطور مزاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے کہہ رہے تھے، بخدا جب سے میں نے آپ سے جنگ کرنی چھوڑی تمام عرب نے آپ سے جنگ چھوڑ دی، ورنہ سینگ والا اور بے سینگ آپ کی وجہ سے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں:

وَرَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضْحَكُ وَیَقُوْلُ اَنْتَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ یَا اَبَا حَنْظَلَةَ [حیات الصحابہ، ج۲، ص ۴۷۵ بحوالہ ابن عساکر]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے اور فرمایا: اے ابو حنظلہ! یہ تم کہہ رہے ہو۔

میں ان سے زیادہ حسین ہوں

حضرت عبد اللہ بن حسن سے مرسلاً مروی ہے کہ ضحاک بن سفیان الکلابی رضی اللہ عنہ نہایت بدصورت آدمی تھے، جب وہ بیعت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے، میری دو بیویاں ہیں جو اس سفید فام خاتون (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے زیادہ حسین ہیں، یہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجود تھیں، اگر آپ نکاح کرنا چاہیں تو ان میں سے ایک کو آپ کے پاس بھیج دوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا: وہ زیادہ حسین ہیں یا تم؟ انہوں نے کہا: میں ان سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہوں۔

راوی کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ [مزاح الرسول والصحابہ بحوالہ دار قطنی، احیاء العلوم، ج۳، ص ۱۳۰]

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔

کہ ایسی صورت کے باوجود اپنے آپ کو خوبصورت جانتے ہیں۔

بخدا، یہ میرا ہی بیٹا ہے

حضرت ابو رمثہ التیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں لڑکپن میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ دھوپ کی وجہ سے اپنے گھر کے سایہ میں تشریف فرما تھے، آپ نے دو سبز چادریں زیب تن فرمائی ہوئی تھیں، آپ کے بال آپ کے کانوں تک آئے ہوئے تھے اور آپ کے سر پر مہندی کا اثر تھا۔

میرے والد نے مجھ سے پوچھا: جانتے ہو یہ کون ہیں؟ میں نے کہا نہیں، کہا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سی باتیں کیں، میرے والد نے آپ سے عرض کیا: میں طبیب گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، آپ کے شانے کے اندر جو چیز ہیں وہ مجھے دکھائیں اگر وہ غدود ہے تو میں اسے کاٹ دیتا ہوں (ان کی مراد مہرِ نبوت سے تھی)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا طبیب اس کا پیدا فرمانے والا ہے۔

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: یہ تیرا بیٹا ہے؟ میرے والد نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں (کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیکھ لو تم کیا کہہ رہے ہو؟ میرے والد نے کہا: ربِ کعبہ کی قسم! یہی بات ہے۔

حضرت ابورمثہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِشَبْهِي بِأَبِي وَلِحَلْفِ أَبِي عَلَيَّ۔ [مسند امام احمد، ج ۲، رقم: ۷۰۷۵]

میرے والد سے میری مشابہت اور میرے والد کی قسم سے رسول اللہ ﷺ ہنس دیئے۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا: سنو! یہ تیرے خلاف اور تم اس کے خلاف کسی ناکردہ گناہ کی نسبت نہیں کرو گے۔

میں کبھی عامل نہیں بنوں گا

امام طبرانی سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سریہ کا امیر بنا کر بھیجا، جب وہ واپس آئے تو آپ نے پوچھا: تم نے امارت کو کیسا پایا؟ اس نے عرض کیا: میں قوم ہی کا ایک فرد تھا، (لیکن لشکر کی سالاری ملنے کے بعد) جب میں کسی کی طرف متوجہ ہوتا سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے اور جب میں اترتا تو سب اتر جاتے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حکمران عتاب کے دروازے پر ہوتا ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچالے۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اب میں کبھی بھی آپ کا اور آپ کے علاوہ کسی کا عامل نہیں بنوں گا۔ راوی کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ۔ [مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۰۸ھ، ج۵، ص ۲۰۱]

اس کی اس بات سے رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں۔

میں نے او جھل ہو کر خون پی لیا

امام طبرانی نے رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فصد کھلوائی (پچھنے لگوائے) اور مجھ سے ارشاد فرمایا: یہ خون لے جاؤ اور اسے جانوروں، پرندوں اور انسانوں سے بچانے کے لئے دفن کردو۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَتَغَيَّبْتُ فَشَرِبْتُهُ ثُمَّ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَضَحِكَ۔

آپ سے او جھل ہو کر میں نے وہ خون پی لیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ہنس دیئے۔

علامہ ہیثمی کہتے ہیں طبرانی کی اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد ،مطبوعہ دارالفکر، بیروت،۱۴۰۸ھ،ج۸،ص۲۷۰]

امام طبرانی کی المعجم الاوسط میں حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: میرے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور پر لگنے والے زخم کا خون چوس کر نگل لیا، ان سے کہا گیا: تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، میں رسول اللہ ﷺ کا خون نوشِ جاں کر رہا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے خون میں میرا خون مل گیا ہے اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔[مجمع الزوائد،ج۸، ص۲۷۰]

امام بیہقی کی عمر بن السائب رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے: ان سے کہا گیا اسے تھوک دو، جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہیں تھوکوں گا، پھر وہ پیٹھ پھیر کر جنگ کرنے چل دیئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے تو وہ اسے دیکھ لے۔ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہو گئے۔ [دلائل النبوۃ،ج۳، ص۲۶۶]

سواد! تو نے فلاح پائی

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مسجد نبوی میں دورانِ خطبہ پوچھا: کیا یہاں سواد بن قارب موجود ہیں؟ کسی نے ہاں نہیں کہی، دوسرے سال پھر آپ نے یہی سوال

کیا حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا: سواد بن قارب کون ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے اسلام لانے کا واقعہ عجیب و غریب ہے، ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت سواد رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سے اپنے اسلام قبول کرنے کا قصہ بیان کرنے کے لئے کہا، انہوں نے بتایا: میں ہند میں تھا میرا ساتھی جن ایک رات میرے پاس آیا اور مجھے جگا کر کہنے لگا: اٹھو! اور میری بات غور سے سنو، اللہ تعالیٰ نے قبیلہ لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث فرمایا ہے، جلدی جاؤ اور اس پر ایمان لاؤ، تین راتیں مسلسل وہ جن میرے پاس آتا رہا اس کے بار بار کہنے سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی، میں نے سانڈنی پر کجاوہ کسا اور بغیر کہیں رکے سیدھا مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ لوگ آپ کے پاس حلقہ بنائے بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا: سواد بن قارب کو خوش آمدید ہو، ہمیں معلوم ہے تم کیسے اور کس کے کہنے سے آئے ہو؟۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے چند اشعار کہے ہیں اجازت ہو تو عرض کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ میں نے عرض کیا:

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرَهٗ

وَ اَنَّكَ مَأْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٖ

وَ اَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً

اِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَائِبٖ

فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيْكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ

وَاِنْ كَانَ فِيْمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبٖ

وَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ

سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٖ

۱۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی رب نہیں اور آپ ہر قسم کے غیبوں کے امین ہیں۔

۲۔ اے بزرگوں اور پاک بازوں کے فرزند! اللہ کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ سب رسولوں سے بڑھ کر ہے۔

۳۔ اے تمام رسولوں سے بہتر! آپ ہمیں جو آسمانی حکم پہنچائیں گے ہم آپ کی تعمیل کریں گے خواہ اس کی بجاآوری میں ہمارے بال ہی سفید ہو جائیں۔

۴۔ قیامت کے روز آپ ضرور میری شفاعت فرمائیں وہاں آپ کے بغیر سواد بن قارب کو کسی کی شفاعت نفع نہیں دے گی۔ (یہ ان کے طویل قصیدہ کے چند اشعار ہیں)

حضرت سواد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ وَ قَالَ لِیْ اَفْلَحْتَ يَا سَوَادُ ۔[تفسیر ابن کثیر، سورۃ الاحقاف: ۲۹ تا ۳۲۔ دلائل النبوۃ، بیہقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج۲، ص۲۵۱]

رسول اللہ ﷺ (میرے اشعار سن کر) ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے مجھ سے فرمایا: اے سواد تو کامیاب ہو گیا۔

تبسم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم

عبد اللہ بن اُبی کی نمازِ جنازہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول (رئیس المنافقین) مرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا تا کہ آپ اس پر نماز (جنازہ) پڑھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو میں تیزی سے آپ کی طرف بڑھا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کہا ہے؟ اور میں اس کی باتیں گنانے لگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخِّرْ عَنِّيْ يَا عُمَرُ [صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین، رقم:۱۳۶۶۔ کتاب التفسیر، رقم:۴۶۷۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: اے عمر! مجھے رہنے دو۔

جب میں نے بار بار عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا تو میں نے یہی اختیار کر لیا، اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ میرے ستر سے زائد مرتبہ دعا کرنے سے بخشا جائے تو میں ستر سے زیادہ مرتبہ دعا کروں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی، جب آپ واپس لوٹے تو تھوڑی دیر بعد سورۃ البراءۃ کی دو آیات نازل ہوئیں:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ O وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ O [التوبہ:۸۴،۸۵]

اور جو ان میں سے مر جائے تو آپ ان میں سے کبھی بھی کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا، اور یہ نافرمانی کی حالت میں مرے۔ آپ ان کے اموال اور اولاد پر تعجب نہ کریں اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں عذاب دے اور حالتِ کفر میں ان کی جانیں نکلیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس روز میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جرأت کی بعد میں مجھے اس پر حیرت ہوئی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

بخدا! مجھے تمہاری مفلسی سے اندیشہ نہیں ہے

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بنو عامر بن لوئی کے حلیف تھے اور غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین کا جزیہ لانے کے لئے روانہ فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین سے مصالحت کے بعد حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا تھا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لے کر آئے، انصار نے ان کی واپسی کا سنا تو فجر کی نماز میں سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آ کر شامل ہوئے۔

حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ وَ قَالَ اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ بِقُدُوْمِ اَبِیْ عُبَيْدَةَ وَ اَنَّهٗ جَآءَ بِشَیْءٍ [صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا، رقم:۶۴۲۵]

جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے وہ آپ کے سامنے آئے، آپ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: میرے خیال میں تم نے ابو عبیدہ کی آمد اور کچھ لانے کے بارے میں سن لیا ہے؟

انصار نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ ! آپ نے ارشاد فرمایا: خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جو تمہیں خوشی پہنچائے، بخدا مجھے تمہاری مفلسی سے اندیشہ نہیں ہے لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم پر اسی طرح دنیا کشادہ کر دی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کر دی گئی تھی، اور تم بھی دنیا سے اسی طرح محبت کرنے لگو جس طرح انہوں نے کی تھی اور وہ (دنیا کی محبت) تمہیں بھی ان کی طرح ہلاکت سے دوچار کر دے۔

دودھ کا پیالہ

مجاہد بیان کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں بسا اوقات بھوک کی وجہ سے اپنا پیٹ زمین سے لگا لیتا اور کبھی بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا، ایک دن میں (بھوک سے بے تاب ہو کر) لوگوں کی گزر گاہ پر بیٹھ گیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ گزرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا، میں نے ان سے صرف اس لئے پوچھا تھا تا کہ (میری بھوک بھانپ کر) وہ مجھے کھلائیں، وہ چلے گئے اور کچھ نہیں کیا، پھر میرے پاس عمر رضی اللہ عنہ گزرے، میں نے ان سے بھی کتاب اللہ میں سے ایک آیت کے بارے میں سوال کیا، میں نے ان سے بھی اس لئے پوچھا تھا کہ وہ مجھے کھانا

کھلائیں گے، وہ بھی گزر گئے اور کچھ نہیں کیا، پھر میرے قریب سے ابو القاسم ﷺ گزرے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي وَعَرَفَ مَا فِي نَفْسِي وَمَا فِي وَجْهِي [صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی او اصحابہ، رقم: ٦٤٥٢]

آپ ﷺ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میرے جی میں اور میرے چہرے میں جو تھا اسے جان لیا۔

پھر فرمایا: اے ابو ہر! میں نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ، فرمایا: میرے پیچھے آؤ اور آپ آگے بڑھے، میں آپ کے پیچھے چلا یہاں تک کہ آپ گھر میں داخل ہوئے، میں نے اندر آنے کی اجازت مانگی مجھے اجازت ملی، اندر آپ نے پیالے میں دودھ پایا، آپ ﷺ نے دودھ کے متعلق دریافت فرمایا کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے کہا: فلاں آدمی یا فلاں عورت نے ہدیہ بھیجا ہے، آپ نے فرمایا: اے ابو هر! میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا: صفہ والوں کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلالاؤ، اصحابِ صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کے اہل وعیال تھے نہ مال تھا نہ کوئی ٹھکانہ، جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں صدقہ آتا تو آپ اصحابِ صفہ کے پاس بھیج دیا کرتے آپ اس میں سے کچھ نہ لیتے، ،اور جب آپ کے پاس ہدیہ آتا تو آپ ان کو بلا لیتے اور آپ بھی اس میں شریک ہوتے اور ان کو بھی شریک کرتے تھے۔

اس وقت اصحابِ صفہ کا بلایا جانا مجھے پسند نہ آیا، میں نے کہا کہ یہ ایک پیالہ دودھ اہل صفہ میں کیا کام دے گا، میں اس پورے دودھ کے پینے کا زیادہ حق دار ہوں جس سے مجھے تقویت ملے، جب اہل صفہ آئیں گے تو آپ مجھے حکم دیں گے کہ میں دودھ انہیں دوں، مجھے نہیں امید کہ مجھے اس دودھ سے کچھ ملے، لیکن اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کے سوا چارہ نہیں تھا، سو میں اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان سب کو بلا لایا، وہ آئے انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی، آپ نے اجازت دی، وہ اندر گھر میں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو هر! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! فرمایا: دودھ کا پیالہ لو اور ان کو دودھ پلاؤ، میں نے پیالہ لیا اور ایک ایک شخص کو پیالہ دیتا رہا، وہ سیر ہو کر پی لیتا پھر پیالہ مجھے لوٹا دیتا، یہاں تک کہ میں نبی کریم ﷺ تک پہنچ گیا اور سارے اصحاب صفہ سیر ہو چکے، نبی کریم ﷺ نے پیالہ لیا اور اسے اپنے ہاتھ پر رکھا:

فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ يَا أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ [صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی او اصحابہ و تخلیھم عن الدنیا، رقم: ٦٤٥٢]

پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: اے ابو هر! میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ۔

فرمایا: میں اور تم باقی رہ گئے، میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا، آپ نے فرمایا: بیٹھو اور پیو، میں نے بیٹھ کر پیا، آپ نے فرمایا اور پیو اور پیو، آپ مسلسل یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اب میں اس کی گنجائش نہیں پاتا، آپ نے فرمایا: تو اب مجھے دے دو، میں نے پیالہ آپ کو پیش کیا، آپ نے اللہ کی حمد کی، بسم اللہ پڑھی اور باقی ماندہ دودھ نوش فرمالیا۔

تیرے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے ابو اہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی، ایک سیاہ فام عورت نے آکر کہا: میں نے عقبہ اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس سے کہا: مجھے علم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے، نہ تو نے مجھے کبھی اس کے متعلق بتایا ہے۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ منورہ آئے اور یہ بات آپ کے گوش گزار کی، حضور ﷺ نے اعراض فرمایا:

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں:

وَ تَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ كَيْفَ وَ قَدْ قِيْلَ۔ [صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر المشتبہات، رقم:۲۰۵۲]

نبی کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا: تیرے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے حالانکہ یہ کہا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیا کرتے تھے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار صحابہ کی ایسی مجلس میں تشریف لاتے جن میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود ہوتے، صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی بھی آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَاِنَّهُمَا كَانَا يَنْظُرَانِ اِلَيْهِ وَيَنْظُرُ اِلَيْهِمَا وَيَتَبَسَّمَانِ اِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ اِلَيْهِمَا۔ [جامع الترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فیما لابی بکر و عمر عن النبی امن المزیۃ عن سائر الصحابۃ، رقم:۳۶۶۸]

حضرت ابو بکر و عمر رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے، آپ ان کو دیکھتے، یہ دونوں آپ کو دیکھ کر مسکراتے اور آپ ﷺ ان کو دیکھ کر مسکراتے تھے۔

مُحرِم کا کام دیکھو

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرنے کو نکلے، جب ہم مقام عَرج پر پہنچے رسول اللہ ﷺ نے وہاں پڑاؤ کیا، ہم بھی وہیں اترے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس اور میں اپنے والد کے پاس بیٹھ گئی، رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کھانے پینے کا سامان ایک ہی اونٹ پر تھا، اور وہ اونٹ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام کے پاس تھا، عَرج پہنچ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے غلام کا انتظار کرنے لگے جب وہ آیا تو اس کے ساتھ اونٹ نہ تھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اونٹ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: وہ گزشتہ رات گم ہو گیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک ہی اونٹ تھا تم نے وہ بھی گم کر دیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

فَطَفِقَ اَبُوْ بَكْرٍ يَضْرِبُهُ وَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ وَ يَقُوْلُ اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الْمُحْرِمِ مَا يَصْنَعُ [سنن ابی داوٗد، باب المحرم یؤدب غلامہ، رقم: ۱۸۱۸]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غلام کو مارنا شروع کیا اور رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے اور فرمایا: اس محرم کو دیکھو کیا کر رہا ہے۔

> تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
> تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

غزوۂ حنین کا سوار

حضرت سہل بن ابی الحنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف روانہ ہوئے، ہم نے شام تک سفر جاری رکھا، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، اسی دوران ایک شہسوار نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ سے آگے چلا یہاں تک کہ میں نے فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھ کر دیکھا کہ بنو ہوازن اپنی پردہ نشین عورتوں، بچوں اور اونٹ، بکریاں لے کر حنین میں جمع ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ تِلْکَ غَنِیْمَۃُ الْمُسْلِمِیْنَ غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ [سنن ابی داود، باب فضل الحرس فی سبیل اللہ عزوجل، رقم:۲۵۰۱]

رسول اللہ ﷺ [یہ سن کر] مسکرادیئے اور فرمایا: انشاء اللہ کل یہ مسلمانوں کا مالِ غنیمت ہوگا۔

پھر آپ نے فرمایا: آج رات کو ہماری پہرہ داری کون کرے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں کروں گا، آپ نے فرمایا: سوار ہو جاؤ، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: اس گھاٹی کی طرف چلے جاؤ اس کے اوپر ہی رہنا، آج رات تمہاری جانب سے کوئی ہم پر شب خون نہ مارنے پائے۔ جب صبح ہوئی رسول اللہ ﷺ اپنی جائے نماز کی طرف تشریف لائے، دو رکعت نماز ادا کی، پھر فرمایا: تم نے اپنے سوار کے متعلق کچھ محسوس کیا، لوگوں نے جواب دیا: نہیں یارسول اللہ! اتنے میں نماز کے لئے اقامت کہی گئی، رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی آپ گھاٹی کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو تمہارا سوار آگیا، ہم گھاٹی کے درختوں کے درمیان دیکھنے لگے، اتنے میں وہ سوار رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے، سامنے کھڑے ہو کر سلام کیا اور عرض کیا: میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اس گھاٹی کے اوپر کی جانب رہا، جب صبح ہوئی تو میں نے دونوں جانب نظر دوڑائی مگر مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تم رات کو سواری سے اترے تھے؟ انہوں نے عرض کیا: میں نماز پڑھنے اور قضائے حاجت کے سوا نہیں اترا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے جنت واجب کر لی، تم کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اگر تم اس کے بعد (اس جیسا) کوئی عمل نہ کرو۔

چربی کا تھیلا

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوۂ خیبر کے دن مجھے چربی کے تھیلے کی اطلاع ملی، میں نے اسے اپنے قبضہ میں کر لیا اور کہا: آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا (میری یہ بات رسول اللہ ﷺ بھی سن رہے تھے لیکن مجھے معلوم نہ تھا) راوی کہتے ہیں:

فَالْتَفَتُّ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَتَبَسَّمُ اِلَيَّ [سنن ابی داوٗد، باب اباحۃ الطعام بارض العدو، رقم:۲۷۰۲]

میں نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔

سیرت ابن ہشام میں ہے: حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں چربی کا تھیلا کندھے پر ڈالے اپنے پڑاؤ کی طرف جا رہا تھا، مجھے غنیمت پر مامور شخص نے دیکھ لیا اور میرے تھیلے کا کونہ پکڑ کر بولا: اس کو ادھر لاؤ، اسے ہم مسلمانوں میں تقسیم کریں گے، میں نے کہا: بخدا! میں یہ تجھے نہیں دے سکتا، ہم دونوں کھینچا تانی کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دیکھ لیا اور آپ ہنس دیئے اور مال غنیمت کے نگران سے فرمایا: اسے چھوڑ دو، میں چربی کا تھیلا لے کر اپنے کجاوے کے پاس آیا، پھر میں نے اور میرے ساتھیوں نے اسے استعمال کیا۔ [سیرت ابن ہشام، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج۳، ص۳۶۹]

اس کی عمر دراز ہو اس نے کیا کہا؟

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا بدری صحابی حضرت عُکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے گھر والوں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کی۔

حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

میرا بیٹا فوت ہو گیا مجھے بہت دکھ ہوا، میں نے غسل دینے والے سے کہا: میرے بیٹے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دو کہ اسے مار دو۔

حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ام قیس رضی اللہ عنہا کی بات بتائی۔

فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ: مَا قَالَتْ طَالَ عُمْرُهَا، فَلَا نَعْلَمُ اِمْرَأَةً عُمِّرَتْ مَا عُمِّرَتْ۔ [سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب غسل المیت بالحمیم، رقم:۱۸۸۳]

رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا: اس کی عمر دراز ہو اس نے کیا کہا؟راوی کہتے ہیں: ہم کسی ایسی خاتون کو نہیں جانتے جن کی عمر ام قیس کی عمر کے برابر ہوئی ہو۔

میں دوسری داڑھ سے کھا رہا ہوں

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (ہجرت کے موقع پر قبا میں) میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا، آپ کے سامنے روٹی اور کھجوریں تھیں، نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: قریب آؤ کھاؤ، میں کھجوریں کھانے لگا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَأْكُلُ تَمْرًا وَبِكَ رَمَدٌ ؟ فَقُلْتُ أَمْضَغُ مِنْ نَاحِيَةٍ أُخْرَى فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [سنن ابن ماجہ، ابواب الطب، باب الحمیۃ، رقم:۳۴۴۳۔ مسند امام احمد، رقم:۲۲۶۶۹]

تم کھجوریں کھا رہے ہو حالانکہ تمہاری آنکھ دکھ رہی ہے؟ میں نے کہا: میں دوسری طرف سے کھا رہا ہوں، (میرا جواب سن کر) رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے۔

ہائے میرا سر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک دن بقیع میں نمازِ جنازہ پڑھا کر میرے پاس تشریف لائے، میرے سر میں درد تھا اور میں کہہ رہی تھی: ہائے میرا سر، ہائے میرا سر۔ آپ نے فرمایا: بلکہ میں اور ہائے میرا سر، پھر حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے لئے نقصان کی کوئی بات نہیں اگر تم مجھ سے پہلے چل بسیں تو میں تمہیں غسل دوں گا پھر تمہاری نماز جنازہ پڑھ کر تمہیں دفن کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: بخدا! اگر میں مر گئی تو آپ میری تجہیز و تکفین اور تدفین سے فارغ ہو کر میرے گھر میں آئیں گے اور اپنی کسی دوسری بیوی کے ساتھ رات گزاریں گے۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بُدِئَ بِوَجْعِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ [مسند امام احمد، رقم:۲۵۳۸۰]

(میرے جواب سے) رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے پھر آپ کو وہ تکلیف شروع ہوئی جس میں آپ کا وصال ہوا۔

یارسول اللہ! خرچ کیجئے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے آپ سے کچھ عطا کرنے کا سوال کیا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے البتہ تم میری ذمہ داری پر خرید لو، جب میرے پاس کچھ آجائے گا تو میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کا مکلف نہیں فرمایا جو آپ کے بس میں نہیں، رسول اللہ ﷺ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات پسند نہیں آئی، انصار میں سے ایک شخص نے کہا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ اَنْفِقْ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالاً فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُرِفَ الْبِشْرُ فِيْ وَجْهِهٖ لِقَوْلِ الْاَنْصَارِيِّ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُ [شمائل الترمذی، باب ماجاء فی خُلق رسول اللہ ﷺ، رقم: ۳۳۹]

یارسول اللہ! خرچ کیجئے اور عرش کے مالک (اللہ تعالیٰ) سے کسی کمی کا خوف نہ فرمایئے، تو رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے اور انصاری کی اس بات سے آپ کے چہرۂ مبارک پر خوشی اور بشاشت نظر آنے لگی، پھر ارشاد فرمایا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

اے دو ذبیحوں کے فرزند! مجھے بھی عطا فرمائیں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے ایک اعرابی آیا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنے پیچھے ایسا علاقہ چھوڑ آیا ہوں جو خشک سالی کا شکار ہے، پانی کے ذخیرے سوکھ گئے ہیں، مال ہلاک ہو گیا ہے اور اہل و عیال ضائع ہو گئے ہیں، اے دو ذبیحوں کے فرزند! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں سے مجھے بھی عطا فرمائیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ۔ [مستدرک حاکم، مطبوعہ المکتبہ العصریہ، بیروت ج۴، ص۱۵۰۹، رقم: ۴۰۳۶]

رسول اللہ ﷺ اس کی بات سن کر مسکرا دیئے اور آپ نے اس بات (دو ذبیحوں کے فرزند) کی تردید نہیں فرمائی۔

پہلے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے ذبیح آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔
آپ ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب نے جب زمزم کا کنواں کھودا تو یہ نذر مانی تھی اگر یہ کام آسانی سے پورا ہو گیا تو میں اپنے ایک لڑکے کو راہِ خدا میں ذبح کروں گا۔
جب کام ہو گیا اور قرعہ اندازی کی گئی تو حضور ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کا نام نکلا، حضرت عبد اللہ کے ننھیالیوں نے کہا آپ ان کی طرف سے ایک سو اونٹ راہِ خدا میں ذبح کر دیں۔ چنانچہ آپ کے بدلہ سو اونٹ ذبح کر دیئے گئے۔[تفسیر ابن کثیر، سورۃ الصافات: ۱۰۲]

میرے علاوہ اور کون ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی دنیا اور آخرت میں زوجہ محترمہ ہونے کا شرف رکھتی ہیں۔

حضرت فاطمہ خزاعیہ سے مروی ہیں، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے سنا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں نے پوچھا: آج آپ سارا دن کہاں رہے؟ آپ نے فرمایا: اے حمیرا! میں ام سلمہ کے پاس تھا، میں نے کہا: آپ ام سلمہ سے سیر نہیں ہوتے، حضرت عائشہ رضی اللہ نے بتایا:

فَتَبَسَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلَا تُخْبِرُنِيْ عَنْكَ لَوْ اَنَّكَ نَزَلْتَ بِعُدْ وَ تَيْنِ اِحْدَاهُمَا لَمْ تُرْعَ وَ الْاُخْرٰى قَدْ رُعِيَتْ اَيُّهُمَا كُنْتَ تَرْعٰى۔[طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج۸، ص۶۳، ۶۴]

میری بات سن کر آپ ﷺ مسکرا دیئے، پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے یہ بتایئے اگر آپ دو ایسی چراگاہوں میں جائیں جن میں سے ایک نہ چرائی گئی ہو اور دوسری چرالی گئی ہو تو آپ کس میں چرانا پسند کریں گے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: محفوظ چراگاہ میں، میں نے عرض کیا: میں آپ کی دیگر ازواج مطہرات کی طرح نہیں ہوں، میرے سوا آپ کی ہر زوجہ محترمہ دوسرے مرد کے پاس رہ چکی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے۔

وعلیھا السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما ان خواتین میں شامل ہیں جنہوں نے مشرکینِ مکہ کے مظالم سے بچنے کے لئے اپنے شوہروں کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، حبشہ پہنچ کر ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش نصرانی ہو گئے اور وہیں مر کھپ گئے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جیسے ہی میری عدت پوری ہوئی، شاہِ حبشہ نجاشی کا قاصد میرے دروازہ پر آیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی اس کے ساتھ بادشاہ کی ابرہہ نام کی لونڈی بھی تھی، وہ لونڈی اندر داخل ہو کر کہنے لگی کہ شاہِ حبشہ نے یہ کہلوایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے لکھا ہے کہ میں تمہارا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کر دوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کی بشارت دی ہے سو آپ نکاح کے لئے کسی کو اپنا وکیل مقرر کر دیں۔

میں نے خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج کر اپنا وکیل مقرر کر دیا اور اس خوشی میں میں نے اپنے کنگن، پازیبیں اور پاؤں میں پہنی ہوئی چاندی کی تمام انگوٹھیاں ابرہہ کی نذر کر دیں، اسی شام میرا نکاح ہوا، نجاشی نے خطبہ پڑھا، رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا اور چار سو اشرفیاں بطور مہر دینے کا اعلان کیا۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے جواب میں میرا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کر دیا اور بہ حیثیت وکیل اشرفیاں لے لیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے نکاح کے بعد نجاشی نے شرکاء کو کھانے کی دعوت دی، جب مجھے مہر کی رقم مل گئی تو میں نے خوش خبری لانے والی لونڈی ابرہہ کو بلایا اور کہا: اس دن میں نے تمہیں جو کچھ دیا تھا دیا تھا، اس وقت میرے پاس نقد رقم نہ تھی اب تم اس میں سے پچاس اشرفیاں لے لو، مگر اس نے انکار کر دیا، میں نے کل رقم اس کے حوالے کر دی لیکن اس نے وہ بھی لوٹا دی، اور کہنے لگی مجھ سے بادشاہ نے پختہ وعدہ لیا ہے کہ میں آپ سے بالکل کچھ نہ لوں، میں بادشاہ کے کپڑوں اور تیل کی خادمہ ہوں، میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کا اتباع کیا ہے اور اللہ کے لئے اسلام قبول کر لیا ہے۔ بادشاہ نے اپنی تمام خواتین کو حکم دیا ہے کہ ان کے پاس خوشبویات اور عطریات میں سے جو کچھ ہو اسے آپ کے پاس بھیج دیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں اگلے دن ابرہہ میرے پاس عود، ورس، عنبر اور بہت سا عطر لے کر آئی اور مجھے کہا: میری ایک حاجت ہے آپ رسول اللہ ﷺ کو میرا اسلام عرض کر دینا اور بتلا دینا کہ ابرہہ نے آپ کے لائے ہوئے دین کی اتباع کی ہے۔ ابرہہ برابر میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتی رہی، میری حبشہ سے واپسی کے وقت اس نے میرا سامان تیار کیا، وہ جب بھی میرے پاس آتی مجھے اپنا پیغام ضرور یاد دلاتی تھی۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرْتُہٗ کَیْفَ کَانَتِ الْخُطْبَۃُ وَ مَا فَعَلَتْ بِیْ اَبْرَھَۃُ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللہِ وَ اَقْرَأْتُہٗ مِنْھَا السَّلَامَ فَقَالَ وَعَلَیْھَا السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔ [طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج۸، ص۷۶۔۷۸)

جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی میں نے آپ کو خطبے کے متعلق اور ابرہہ کے میرے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں بتایا تو رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے۔ میں نے آپ کو ابرہہ کا سلام پہنچایا آپ نے فرمایا: وَعَلَیْھَا السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔

یہ ابو بکر کی بیٹی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، آپ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اوڑھنی لپیٹے ہوئے تھے، انہوں نے اجازت طلب کی، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اندر آکر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی ازواج نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ آپ سے اپنے اور ابو قحافہ کی بیٹی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے درمیان عدل کی درخواست کر رہی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے پیاری بیٹی! کیا تجھے وہ محبوب نہیں جو مجھے محبوب ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں یارسول اللہ! (مجھے محبوب ہے) فرمایا: تو تم عائشہ سے محبت رکھو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر باہر آگئیں اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس پہنچ کر انہیں قصہ سنایا۔ انہوں نے کہا: آپ نے تو ہمارے لئے کچھ نہیں کیا، دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے کبھی بھی گفتگو نہیں کروں گی۔

پھر ازواجِ مطہرات نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بھیجا، وہ نبی کریم ﷺ سے اجازت لے کر اندر آئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے آپ کی ازواج نے بھیجا ہے وہ آپ سے ابو قحافہ کی بیٹی اور اپنے درمیان عدل کی خواستگار ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں پھر زینب مجھ پر برس پڑیں اور خوب برا بھلا کہا، اور میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ کب مجھے جواب دینے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں، میں مسلسل آپ کی طرف دیکھتی رہی یہاں تک کہ میں نے جان لیا کہ میری جوابی کارروائی رسول اللہ ﷺ کو ناگوار نہ ہو گی:

فَوَقَعْتُ بِزَيْنَبَ فَلَمْ اَنْشَبْهَا اَنْ اَفْحَمْتُهَا فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: اِنَّهَا بِنْتُ اَبِيْ بَكْرٍ۔
[طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج۸، ص۱۳۷]

تو میں زینب پر برس پڑی اور اسے ساکت اور لاجواب کر دیا، رسول اللہ ﷺ یہ دیکھ کر مسکرا دیئے اور فرمایا: یہ ابو بکر کی بیٹی ہیں۔

اتنا لو جتنا اٹھا سکو

حضرت حُمید بن ہلال العدوی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت العلاء بن الحضرمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بحرین سے اسی ہزار درہم بھیجے، رسول اللہ ﷺ کے پاس اس سے پہلے اور اس کے بعد اتنا مال نہیں آیا تھا، آپ نے یہ مال بوریے پر پھیلانے کا حکم دیا اور نماز کے لئے اذان کہی گئی۔

رسول اللہ ﷺ مال کے پاس کھڑے ہوئے، لوگ بھی مال دیکھ کر جمع ہو گئے، اس زمانے میں گننے اور تولنے کا رواج نہ تھا لپ بھر کر لیتے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ آکر کہا: یارسول اللہ! میں نے بدر کے دن اپنا فدیہ دیا اور خالی ہاتھ عقیل کا بھی فدیہ دیا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں قید ہوئے تھے اور فدیہ دے کر رہائی پائی تھی) مجھے اس مال میں سے عطا فرمایئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لے لو، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر میں رقم بھر لی پھر اسے اٹھانے لگے تو اٹھا نہ سکے، رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ کر کہنے لگے:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِرْفَعْ عَلَيَّ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى خَرَجَ ضَاحِكُهٗ اَوْ نَابُهٗ قَالَ وَلٰكِنْ اَعِدْ فِي الْمَالِ طَائِفَةً وَقُمْ بِمَا تُطِيْقُ۔ [طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج۴، ص۱۱]

یارسول اللہ! مجھے اٹھوا دیجئے، رسول اللہ ﷺ (یہ سن کر) اتنا مسکرائے کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں اور فرمایا: مال کم کر دو اتنا اٹھا لو جتنا اٹھا سکتے ہو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور یہ کہتے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے جو دو وعدے فرمائے تھے ان میں سے ایک پورا فرما دیا، مجھے نہیں معلوم کہ دوسرے وعدے کا کیا ہو گا۔

وہ دو وعدے یہ ہیں:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ۔ [الانفال:۷۰]

اے نبی! ان قیدیوں سے کہئے جو آپ کے قبضہ میں ہیں، اگر اللہ تمہارے دلوں کی کسی نیکی کو ظاہر فرمائے گا تو وہ تم کو اس سے بہت زیادہ دے گا جو (بہ طور فدیہ) تم سے لیا گیا ہے اور اللہ تم کو بخش دے گا۔

یہ اس سے بہتر ہے جو (بدر کے فدیہ میں) مجھ سے لیا گیا، میں نہیں جانتا مغفرت کے وعدہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ مجھ سے کیا معاملہ فرمائے گا۔

ان کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود
ان کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

میرے رب نے تمہارے رب کو ہلاک کر دیا ہے

صلح حدیبیہ کے بعد محرم ۷ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی دن میں چھ صحابہ کرام کو چھ مختلف بادشاہوں کی طرف دعوتِ اسلام کے خطوط دے کر روانہ فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ فارس کے بادشاہ کسریٰ (خسرو پرویز) کے پاس دعوت اسلام کا خط لے کر گئے، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اسے رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی دیا، اس نے پڑھوا کر سنا پھر اسے لے کر پھاڑ ڈالا، جب رسول اللہ ﷺ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! اس کے ملک کو پارہ پارہ کر دے۔

کسریٰ نے یمن میں اپنے گورنر باذان کو لکھا تم حجاز کے اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کے پاس اپنے دو بہادر آدمیوں کو بھیجو وہ مجھے اس کے بارے میں بتائیں، باذان نے دو آدمیوں کو خط دے کر روانہ کیا، یہ دونوں مدینہ طیبہ میں آئے، باذان کا خط نبی کریم ﷺ کو پیش کیا۔

راوی بیان کرتے ہیں:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدَعَاھُمَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَفَرَائِصُھُمَا تُرْعَدُ وَقَالَ ارْجِعَا عَنِّیْ یَوْمَکُمَا ھٰذَا حَتّٰی تَأْتِیَانِی الْغَدَ فَاُخْبِرَکُمَا بِمَا اُرِیْدُ۔ [طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۱، ص ۱۹۹]

رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور دونوں کو اسلام کی دعوت دی اور (ان کی کیفیت یہ تھی آپ کے رعب سے) وہ لرزہ براندام تھے، آپ نے فرمایا: آج تم جاؤ کل تم میرے پاس آنا میں تمہیں اپنے ارادہ سے آگاہ کروں گا۔

دوسرے دن وہ دونوں آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے صاحب (باذان) کو یہ خبر پہنچا دو کہ میرے رب نے ان کے رب (کسریٰ) کو گزشتہ رات سات گھڑی گزرنے پر ہلاک کر دیا ہے۔ (یہ منگل دس جمادی الاولیٰ ۷ ہجری کی رات تھی) اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلّط کر دیا جس نے اس کو قتل کر دیا ہے۔

وہ دونوں شخص یہ خبر لے کر باذان کے پاس گئے تو باذان اور ابناء یمن سب مسلمان ہو گئے۔ (کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی خبر کے عین مطابق اسی تاریخ کو اسی وقت خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا تھا)۔

بارِ الٰہا! ان کو بارش سے سیراب کر دے

۹ ہجری میں غزوۂ تبوک سے رسول اللہ ﷺ کی واپسی کے بعد بنو مرہ کا تیرہ رکنی وفد حارث بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حاضر خدمت ہوا، انہوں نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّا قَوْمُكَ وَعَشِيْرَتُكَ وَنَحْنُ قَوْمٌ مِّنْ بَنِيْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ا، ص ۲۲۷]

یا رسول اللہ! ہم آپ ہی کی قوم اور خاندان کے لوگ ہیں، ہم بنو لؤی بن غالب کی قوم سے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے۔

اور فرمایا: تم نے اپنے اہل و عیال کو کہاں چھوڑا ہے؟ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: دکھ اور پریشانی میں مبتلا چھوڑا ہے، حضور ﷺ نے ان سے علاقہ کی حالت دریافت فرمائی، تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم: ہم قحط سالی کا شکار ہیں، ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے، رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَسْقِهِمُ الْغَيْثَ

بارِ الٰہا! ان کو بارش سے سیراب کر دے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم فرمایا کہ وفد کے ارکان کو دس دس اوقیہ اور حضرت حارث بن عوف رضی اللہ عنہ کو بارہ اوقیہ چاندی عطا کریں۔

یہ لوگ اپنے علاقے میں آئے تو ان کو معلوم ہوا کہ عین اسی روز بارش ہوئی تھی جس روز رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے بارش کی دعا فرمائی تھی۔

جعفر کے دو خون آلود پَر ہیں

حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھے شام کی طرف بھیجا واپسی میں میرا گزر اپنے ان ساتھیوں سے ہوا جو موتہ میں مشرکوں سے برسرِپیکار تھے، میں نے کہا: بخدا میں آج ان کا مآلِ کار اور نتیجہ دیکھے بغیر نہ جاؤں گا۔

سالارِ لشکر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا (لڑتے ہوئے شہید ہوئے تو) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا دشمن پر حملہ کرنے کے لئے پیچھے پلٹے (زائد از ضرورت) ہتھیار اتار پھینکے اور دشمن پر ٹوٹ پڑے نیزہ بازی کرتے ہوئے شہید ہوئے، پھر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا جھنڈا لیا اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔

مسلمان بری طرح ہزیمت خوردہ پیچھے ہٹے، میں نے ان میں سے دو کو بھی یکجا نہیں دیکھا، پھر ایک انصاری نے جھنڈا لیا وہ دوڑ کر سب لوگوں سے آگے پہنچے اور ان کے سامنے جھنڈا گاڑ دیا اور کہا: لوگو میرے پاس آؤ، جب وہاں بکثرت لوگ جمع ہو گئے وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جھنڈا لے گئے، (کہ آپ لشکر کی قیادت کریں) حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں، انصاری نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے یہ جھنڈا آپ کے لئے لیا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور دشمن پر حملہ کر دیا اور انہیں ایسی شکست دی کہ میں نے ایسی شکست نہیں دیکھی، مسلمانوں نے جہاں چاہا تلوار چلائی۔

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو یہ خبر سنائی، آپ پر یہ واقعہ بہت گراں گزرا، آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر اندر چلے گئے، آپ کا معمول یہ تھا کہ ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر دو رکعت ادا کرتے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ لوگوں پر یہ بات (کہ آپ خلافِ معمول نماز پڑھتے ہی گھر میں چلے گئے) گراں گزری، آپ نے عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں بھی اسی طرح کیا۔

حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

حَتّٰی اِذَا کَانَ صَلٰوۃَ الصُّبۡحِ دَخَلَ الۡمَسۡجِدَ ثُمَّ تَبَسَّمَ وَ کَانَ تِلۡکَ السَّاعَۃَ لَا یَقُوۡمُ اِلَیۡہِ اِنۡسَانٌ مِنۡ نَّاحِیَۃِ الۡمَسۡجِدِ حَتّٰی یُصَلِّیَ الۡغَدَاۃَ، فَقَالَ لَہُ الۡقَوۡمُ حِیۡنَ تَبَسَّمَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ بِاَنۡفُسِنَا اَنۡتَ! مَا یَعۡلَمُ اِلَّا اللّٰہُ مَا کَانَ بِنَا مِنَ الۡوَجۡدِ مُنۡذُ رَاَیۡنَا مِنۡکَ الَّذِیۡ رَاَیۡنَا۔ [طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج۲، ص۹۹]

جب صبح کی نماز کا وقت ہوا آپ مسجد میں داخل ہوئے اور مسکرائے، یہ ایسا وقت تھا کہ (معمول کے مطابق) مسجد کی جانب سے کوئی شخص نماز پڑھنے سے پہلے کھڑا نہیں ہوتا تھا، جب آپ مسکرائے تو لوگوں نے کہا:

اے اللہ کے نبی! ہماری جانیں آپ پر قربان، ہمارے اس دکھ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جو ہمیں آپ کی حالت دیکھ کر ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے میری جو حالت دیکھی وہ میرے صحابہ کے قتل پر غم کی وجہ سے تھی، یہاں تک کہ میں نے ان کو جنت میں بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا، ان میں سے بعض میں کسی قدر اعراض دیکھا گویا انہیں تلوار ناپسند ہے، میں نے جعفر کو ایسے فرشتے کی شکل میں دیکھا جس کے دو پر ہیں، اس کے دونوں پر اور قدم خون سے رنگین ہیں۔

یہی ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے

حضرت ام عُمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا بنو نجار کی جی دار خاتون تھی، بیعت عقبہ میں شامل تھیں، غزوۂ احد میں اپنے شوہر حضرت غزیہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور دو بیٹوں عبد اللہ بن زید اور عمارہ بن عزیہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ شریک ہوئیں۔

غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کے قدم ڈگمگائے حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کے پاس دس سے بھی کم افراد رہ گئے ہیں، میں اپنے دونوں بیٹوں اور شوہر کے ساتھ آپ کے سامنے سینہ سپر ہو گئی، مسلمان پسپا ہو رہے تھے، حضور ﷺ نے دیکھا میرے پاس ڈھال نہیں ہے، آپ نے ایک آدمی کو پیچھے ہٹتے دیکھا اس کے ہاتھ میں ڈھال تھی، آپ نے اسے حکم دیا کہ ڈھال لڑنے والوں کو دے دو، اس نے ڈھال پھینک دی، اور میں ڈھال سے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے لگی۔

اسی دوران کفار کا گھڑ سوار دستہ حملہ آور ہوا، اگر وہ ہماری طرح پیدل ہوتے تو انشاء اللہ ہم ان کی خبر لیتے، ایک گھڑ سوار نے مجھ پر وار کیا میں نے ڈھال سے اس کا وار بچایا۔ وہ پیچھے کو پلٹا تو میں نے اس کے گھوڑے کی کونچ پر وار کیا وہ گھوڑے سے گر پڑا، نبی کریم ﷺ نے آواز دی: ام عمارہ کے بیٹے! اپنی ماں کی خبر لو، اپنی ماں کی خبر لو، میرے بیٹے نے میرا ہاتھ بٹایا اور میں اس گھڑ سوار کو گھاٹی میں دھکیل آئی۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، احد کے دن میرے بائیں بازو میں زخم لگا، مجھے یہ زخم ایک لمبے آدمی نے لگایا تھا وہ مجھے زخمی کرتا ہوا آگے بڑھ گیا، خون مسلسل بہنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زخم پر پٹی باندھ لو، میری والدہ میرے پاس آئی انہوں نے اپنے ازار میں موجود پٹیوں میں سے پٹی نکالی، یہ پٹیاں میری والدہ زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے لائی تھیں، انہوں نے میرے زخم پر پٹی باندھ دی، نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے مجھے دیکھ رہے تھے۔

پٹی باندھنے کے بعد میری والدہ نے کہا: بیٹے اٹھو، آگے بڑھو اور کفار سے جنگ کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ام عمارہ! تمہارے جیسی طاقت اور کس میں ہے؟۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اتنے میں وہی شخص سامنے آگیا جس نے میرے بیٹے کو زخمی کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے، یہ سن کر میں نے اس آدمی پر حملہ کر دیا، اس کی ٹانگ پر ضرب لگائی جس سے وہ سینہ کے بل گرا۔

فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَبَسَّمُ حَتّٰی رَاَیْتُ نَوَاجِذَہٗ وَقَالَ: اسْتَقَدْتِ یَا اُمَّ عُمَارَۃَ۔ [طبقات ابن سعد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج۸، ص۳۰۴۔۳۰۵]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ مسکرا رہے ہیں مجھے آپ کی داڑھیں نظر آئیں، آپ نے فرمایا: ام عمارہ! تو نے بدلہ لے لیا۔

پھر ہم نے اسلحہ سے حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر طرح کی حمد اللہ کی لئے ہے جس نے تجھے کامیابی عطا فرمائی، دشمن کی طرف سے تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی اور تمہاری آنکھوں سے تمہیں انتقام کا منظر دکھایا۔

اے اللہ! انہیں جنت میں میری رفاقت عطا فرما

حضرت ام عُمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا غزوۂ احد، حدیبیہ، خیبر، عمرۃ القضاء اور غزوۂ حنین میں شریک رہیں، جنگ یمامہ میں آپ کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔

غزوئہ احد میں رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے تیرہ زخم کھائے، شانے پر لگنے والے زخم کا گھاؤ اتنا گہرا تھا کہ سال بھر علاج کے بعد ٹھیک ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے دن ارشاد فرمایا:

جب بھی میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا میں نے ام عمارہ کو دیکھا کہ وہ میری حفاظت میں ڈھال بنی ہوئی تھی۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، جب مسلمان آپ کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے میں اور میری والدہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی غرض سے آپ کے قریب آ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ام عمارہ کے بیٹے ہو؟ میں نے

عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: پھینکو، میں نے گھوڑے پر سوار ایک مشرک کو پتھر مارا، پتھر گھوڑے کی آنکھ میں لگا، گھوڑا بے قابو ہو کر سوار سمیت گر پڑا، پھر میں نے مسلسل اتنے پتھر برسائے کہ وہاں چھوٹا سا ایک ڈھیر لگ گیا۔

وَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ یَتَبَسَّمُ وَ نَظَرَ جُرْحَ اُمِّیْ عَلٰی عَاتِقِھَا فَقَالَ اُمُّكَ اُمُّكَ، اعْصِبْ جُرْحَھَا۔ [طبقات ابن سعد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج۸، ص۳۰۵]

نبی کریم ﷺ دیکھ کر مسکرا رہے تھے، آپ کی نظر میری امی کے شانے کے زخم پر پڑی تو آپ نے فرمایا: اپنی ماں کی خبر لو، اپنی ماں کی خبر لو، اس کے زخم پر پٹی باندھو۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے اہل خانہ پر برکتیں نازل فرمائے، تیری والدہ کا مرتبہ فلاں فلاں سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے خاندان پر رحمت نازل فرمائے، تیرے سوتیلے باپ کا مقام فلاں فلاں سے بہتر ہے۔ میری والدہ نے عرض کیا: دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں آپ کی رفاقت نصیب فرمائے۔

حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّۃِ

اے اللہ! انہیں جنت میں میری رفاقت عطا فرمادے۔

میری ماں نے یہ دعا سنی تو کہا: اب مجھے دنیا میں کسی مصیبت کی پروا نہیں۔

اب جہاں سے چاہو کھاؤ

حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے قبیلہ مرہ بن عبید نے اپنے مالوں کی زکوٰۃ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، جب میں مدینہ طیبہ پہنچا آپ مہاجرین اور انصار کے درمیان تشریف فرما تھے، میں اپنے اونٹ لے کر حاضر ہوا، آپ نے پوچھا: کون ہو؟ میں نے کہا: عکراش بن ذویب، فرمایا: اپنا نسب بیان کرو، میں نے کہا: ابن حرقوص بن جعدہ بن عمرو بن نزّال بن مرّہ بن عبید، اور یہ بنو مرہ بن عبید کے صدقات ہیں۔

حضرت عکراش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ ھٰذِہٖ اِبِلُ قَوْمِیْ ھٰذِہٖ صَدَقَاتُ قَوْمِیْ۔ [طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج۷ ص۵۲]

رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرا دیئے پھر فرمایا: یہ میری قوم کے اونٹ ہیں، یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: ان کو نشان لگا کر صدقہ کے اونٹوں میں ملادو، اور آپ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی اہلیہ محترمہ کے گھر میں لے گئے اور کھانے کے متعلق دریافت فرمایا، ہمارے پاس ثرید اور گوشت کے پارچوں پر مشتمل پیالہ لایا گیا، ہم اس میں سے کھانے لگے، میرا ہاتھ پیالے میں ہر جانب چکر لگانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر فرمایا: عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ، سارا کھانا ایک ہی قسم کا ہے۔

کھانے کے بعد ایک پلیٹ میں تازہ یا خشک کھجوریں لائی گئیں، میں اپنے سامنے سے کھانے لگا اور رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پلیٹ میں چکر لگاتا تھا (آپ اپنی پسند کی کھجوریں لینے لگے) آپ نے فرمایا: عکراش! جہاں سے چاہو کھاؤ یہ ایک قسم کی نہیں ہیں۔ (بلکہ کئی طرح کی کھجوریں ہیں)۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان پر زینب سے میرا نکاح کر دیا ہے

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

حضرت زید اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما میں ناچاقی رہنے لگی، حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کرتے، آپ ان کو تحمل اور برداشت کا حکم دیتے اور تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے۔

حضور ﷺ کی خواہش کے باوجود ان میں نباہ نہ ہو سکا، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت کی مدت پوری ہو گئی، اسی دوران رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھے کہ آپ پر وحی کے آثار ظاہر ہوئے۔

راوی بیان کرتے ہیں:

فَسُرِّیَ عَنْهُ وَهُوَ يَتَبَسَّمُ وَهُوَ يَقُولُ مَنْ يَّذْهَبُ إِلٰى زَيْنَبَ يُبَشِّرُهَا اَنَّ اللّٰهَ قَدْ زَوَّجَنِيْهَا مِنَ السَّمَآءِ۔ [طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج۸، ص۸۱]

جب نزول وحی کی کیفیت ختم ہو گئی، آپ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کون ہے جو زینب کو یہ خوش خبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر میرا اس سے نکاح کر دیا ہے۔

اور حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ وَتَخۡشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰہُ ؕ فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡہَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰکَہَا لِکَیۡ لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ فِیۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِیَآئِہِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡہُنَّ وَطَرًا ؕ وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ مَفۡعُوۡلًا O [الاحزاب:۳۷]

اور (اے رسول مکرم!) یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے کہ تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپا رہے تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا اور اللہ آپ کے خوف کا زیادہ مستحق ہے، پھر جب زید نے (اس کو طلاق دے کر) اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق اس میں کوئی حرج نہ رہے کہ جب وہ انہیں طلاق دے کر بے غرض ہو جائیں (تو وہ ان سے نکاح کر سکیں) اور اللہ کا حکم تو بہر حال ہونے والا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اس نکاح کی خبر ملی تو وہ سجدہ میں گر گئیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: جب قاصد میرے پاس رسول اللہ ﷺ سے میرے نکاح کی خبر لے کر آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اپنے اوپر دو ماہ کے روزے لازم کر لئے۔

آپ فرمایا کرتی تھیں: رسول اللہ ﷺ کی سب ازواج کا نکاح ان کے اولیاء نے کرایا اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ساتھ آسمان پر فرمایا ہے۔ اور میرے بارے میں قرآن مجید کی آیت (الاحزاب:۳۷) نازل ہوئی ہے۔

یہ جبریل ہیں جن کے دانتوں پر غبار ہے

رمضان المبارک ۲ ہجری میں بدر کی وادی میں حق و باطل کا پہلا باقاعدہ معرکہ ہوا، قرآن مجید میں اسے یوم الفرقان کا نام دیا گیا ہے۔ ایک طرف کیل کانٹے سے لیس ہزار افراد پر مشتمل لشکر اور دوسری طرف تین سو تیرہ جان نثارانِ اسلام۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر عریش (چھپر) بنا دیا گیا تاکہ آپ وہاں سے میدانِ جنگ ملاحظہ فرماتے رہیں۔ اور دشمنوں کے کسی فرد کی آپ تک رسائی نہ ہو سکے۔

اس عریش میں حضور ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے، دعائیں وردِ زبان تھیں کہ اتنے میں:

اَخَذَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ سِنَۃٌ مِّنَ النَّوْمِ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ مُتَبَسِّمًا فَقَالَ: اِبْشِرْ یَا اَبَا بَکْرٍ ھٰذَا جِبْرِیْلُ عَلٰی ثَنَایَاہُ النَّقْعُ۔[تفسیر ابن کثیر / سورۃ الانفال: ۱۱]

رسول اللہ ﷺ کو اونگھ سی آگئی، پھر آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا: ابو بکر! خوش ہو جاؤ، یہ جبریل ہیں جن کے دانتوں پر غبار ہے۔

پھر آپ یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے اپنے عریش سے باہر تشریف لائے:

سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔[القمر:۴۵]

عنقریب شکست خوردہ ہو گا (کافروں کا) یہ جتھا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

تمہاری جنگ میری جنگ ہو گی

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ ثانیہ کی روح پرور داستان بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایام تشریق کے وسط میں مقام عقبہ میں ملاقات کا وعدہ فرمالیا تھا، حج سے فراغت کے بعد مقررہ رات میں رسول اللہ ﷺ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم تہتر (۷۳) مرد تھے، ہمارے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ہم سے اعانت کی پختہ ضمانت لینے کی خواہش کا اظہار کیا، ہم نے ان سے گفتگو کے بعد رسول اللہ ﷺ سے گفتگو فرمانے کی درخواست کی، آپ نے قرآن مجید کی تلاوت کی، اللہ کی طرف بلایا اور اسلام کی طرف رغبت دلائی، پھر فرمایا:

میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم میری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ہم آپ کی ان تمام چیزوں سے حفاظت کریں گے جن سے ہم اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہیں، یا رسول اللہ! ہم سے بیعت لے لیجئے، اللہ کی قسم! جنگ تو ہمیں میراث میں ملی ہے، ہم سپاہی اور مسلح لوگ ہیں۔

اس دوران ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ بول اٹھے اے اللہ کے رسول! ہمارے اور دوسرے لوگوں یعنی یہود میں خاص قسم کے تعلقات ہیں، ہم ان سے تعلقات کو منقطع کرلیں گے، ایسا تو نہ ہو گا کہ ہم ان سے تعلقات کو توڑلیں پھر اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس واپس تشریف لے جائیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَلِ الدَّمُ الدَّمُ وَالْھَدْمُ الْھَدْمُ اَنَا مِنْکُمْ وَ اَنْتُمْ مِّنِّیْ اُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ وَ اُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ۔ [سیرۃ ابن ہشام، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج ۲، ص ۵۵،۵۶]

رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے پھر فرمایا: بلکہ میرا خون (کا مطالبہ) تمہارا خون (کا مطالبہ) ہو گا اور میرا خون کا معاف کرنا تمہارا معاف کرنا ہو گا، میں تم سے اور تم مجھ سے ہو گے، جس سے تم جنگ کرو گے میں اس سے جنگ کروں گا اور جس سے تم صلح کرو گے میں بھی اس سے مصالحت کروں گا۔

جاں نثارانِ بدر و اُحد پر درود
حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

بھتیجے! وہ اپنی قوم کے سردار تھے

رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر میں فتح و نصرت سے شاد کام ہونے کے بعد واپس مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ امقام "الروحاء" میں پہنچے، مسلمان آپ کو اور غزوۂ بدر میں شریک مسلمانوں کو فتح کی مبارک باد دینے کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہما کے بیان کے مطابق حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے (مدینہ طیبہ سے مبارک باد دینے کے لئے آنے والے مسلمانوں سے) کہا: تم ہمیں کس بات کی مبارک باد دیتے ہو؟ اللہ کی قسم! ہم کو تو صرف گنجے بوڑھوں سے مقابلہ پیش آیا، قربانی کے اونٹوں کی طرح ان کے زانو بندھے ہوئے تھے سو ہم نے ان کو قربان کر دیا، راوی کہتے ہیں:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَیْ ابْنُ اَخِیْ اُولٰٓئِکَ الْمَلَاُ۔ [سیرہ ابن ہشام، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج ۲، ص ۲۵۵]

رسول اللہ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے بھتیجے! وہی تو (ان کے) اشراف اور سردار تھے۔

[حضور ﷺ نے ان کا یہ تبصرہ ناپسند فرمایا]

ان الرسول لنور یستضاء به
مهند من سیوف الله مسلول
بے شک رسول اللہ ﷺ ایسا نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، آپ اللہ کی تلواروں میں سے ایک بے نیام تلوار ہیں۔
(حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ)

تو نے اونٹنی کو برا بدلہ دیا

۵ ہجری میں عینیہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری نے غطفان کے رسالے کے ساتھ غابہ میں رسول اللہ ﷺ کی دودھیل اونٹنیوں پر چھاپہ مارا، بنو غفار قبیلہ کے ایک صحابی اپنی اہلیہ کے ساتھ ان کی نگرانی پر مامور تھے، عینیہ نے مرد کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی کو اونٹنیوں سمیت ساتھ لے گیا۔

سب سے پہلے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو اس غارت گری کا علم ہوا، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ صبح ہوتے ہی تیر و کمان سنبھال کر غابہ جانے کے ارادہ سے نکلے، جب یہ ثنیۃ الوداع پر چڑھے تو انہیں دشمنوں کے گھوڑے نظر آئے، انہوں نے جبل سلع پر چڑھ کر مسلمانوں کو مطلع کرنے کے لئے "واصباحاہ" کا نعرہ لگایا اور دشمنوں کے پیچھے دوڑے، بالآخر دشمنوں کو جالیا اور تیروں سے ان کا رخ پھیرنے لگے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی پکار سن کر مسلمان رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے اور سلمہ رضی اللہ عنہ کے نشانات سے دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوئے، رسول اللہ ﷺ بھی ان لوگوں کے پیچھے روانہ ہوئے، غارت گروں سے کچھ جانور چھڑوا لئے گئے، تین غارت گر مارے گئے، ایک مسلمان شہید ہوا۔

غِفاری کی بیوی حیلہ سے دشمنوں کے نرغہ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور آپ کو پورا واقعہ سنایا، پھر کہنے لگی یا رسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی کے ذریعہ مجھے نجات دلوا دی تو میں اس کی قربانی کروں گی۔

راویٔ حدیث حسن بصری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِئْسَ مَا جَزَيْتِهَا اَنْ حَمَلَكِ اللهُ عَلَيْهَا وَ نَجَّاكِ بِهَا ثُمَّ تَنْحَرِيْنَهَا۔ [سیرۃ ابن ہشام، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج۳، ص۳۱۳]

(یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا: تو نے اس اونٹنی کو برا بدلہ دیا، اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے تجھے سواری دی اور نجات دلوائی تو اسے ذبح کرنا چاہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر کا اعتبار نہیں، نہ اس چیز میں نذر کا اعتبار ہے جس کی تو خود مالک نہ ہو، یہ میرے اونٹوں میں سے ہے اس لئے تو اللہ کی برکت سے گھر واپس جا۔

یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے

ذی قعدہ ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ اپنے چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کے ارادے سے روانہ ہوئے، قریشِ مکہ کو اطلاع ملی تو انہوں نے مزاحمت کا فیصلہ کر لیا اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سواروں کا دستہ روانہ کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی تو آپ نے معروف راستہ چھوڑ کر سفر جاری رکھا اور ثنیۃ المرار کی طرف سے حدیبیہ میں اتر گئے، قریش کی طرف سے متعدد لوگ گفت و شنید کرنے کے لئے آئے ان میں عروہ بن مسعود بھی تھے۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: قریش نے عہد کیا ہے کہ وہ آپ کو بہ زور مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، اور آپ کے ساتھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی قسم! اگر کل لڑائی کا رخ بدلا تو یہ آپ کو چھوڑ جائیں گے۔

عروہ رضی اللہ عنہ کی اس بات کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سختی سے جواب دیا، تو عروہ نے پوچھا: اے محمد! (ﷺ) یہ کون ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ابو قحافہ کے بیٹے (یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ) ہیں، عروہ بولا: خدا کی قسم! اگر مجھ پر تمہارا احسان نہ ہوتا تو میں اس سخت کلامی کا جواب دیتا۔

امام زہری بیان کرتے ہیں: پھر عروہ رضی اللہ عنہ (اہل عرب کے پرانے طریقہ کے مطابق) رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کو چھو کر باتیں کرنے لگا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ زرہ پہنے رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے تھے، عروہ رضی اللہ عنہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ کھٹکھٹا کر کہتے:

اُكْفِفْ يَدَكَ عَنْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ لَّا تَصِلُ اِلَيْكَ قَالَ فَيَقُوْلُ عُرْوَةُ وَيْحَكَ مَا اَفَظَّكَ وَ اَغْلَظَكَ قَالَ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ مَنْ هٰذَا يَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ هٰذَا ابْنُ اَخِيْكَ الْمُغِيْرَةُ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ اَیْ غُدَرُ وَ هَلْ غَسَلْتُ سَوْءَ تَكَ اِلَّا بِالْاَمْسِ۔ [سیرۃ ابن ہشام، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج۳، ص ۳۴۲، ۳۴۳]

رسول اللہ ﷺ کے چہرہ سے اپنا ہاتھ ہٹا لے قبل اس کے کہ تیرا ہاتھ واپس نہ جائے (اڑا دیا جائے) راوی کہتے ہیں، عروہ نے کہا: تیرا برا ہو تو کتنا سخت دل اور تند خو ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے، عروہ نے پوچھا: اے محمد! (ﷺ) یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ عروہ بولا: او دھوکے باز! میں نے تیری برائی کل ہی دھوئی ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے بنو ثقیف کی شاخ بنو مالک کے تیرہ افراد کو قتل کر دیا تھا جس کی وجہ سے بنو مالک اور احلاف کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکنے کو تھی کہ عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے تیرہ مقتولوں کے خون بہا ادا کر دیئے اور معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

مشرکوں کی عورتیں گھوڑوں کے منہ پر دوپٹے مار رہی تھیں

۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو رسول اللہ ﷺ اپنے دس ہزار جان نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، ذی طویٰ میں آپ نے لشکر کی ترتیب و تقسیم فرمائی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو میمنہ پر مقرر فرمایا اور ان کو مکہ مکرمہ کے زیریں حصہ سے داخل ہونے کا حکم دیا، حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ میسرہ پر مقرر ہوئے اور ان کو مکہ کے بالائی حصہ یعنی کدا سے داخلے کا حکم ہوا، اور حجون میں رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرنے کا حکم ملا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیدل فوج پر مقرر فرمایا۔ تمام دستے اپنے اپنے راستوں پر چل پڑے۔

امام زہری روایت کرتے ہیں:

لَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ یَلْطِمْنَ الْخَیْلَ بِالْخُمُرِ تَبَسَّمَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ [سیرۃ ابن ہشام، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج ۴، ص ۴۳]

جب رسول اللہ ﷺ نے (مشرکینِ مکہ کی) عورتوں کو دیکھا (مجاہدین کے) گھوڑوں کے مونہوں پر دوپٹے مار رہی ہے تو آپ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو گھوڑوں کے مونہوں پر اپنے دوپٹے مارتے دیکھا تو مسکرا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا، اور فرمایا: اے ابو بکر! حسان نے اس کے متعلق کیا کہا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار پڑھے:

عَدِمتُ بُنَیَّتِیْ اِنْ لَّمْ تَرَوْهَا

تُثِیْرُ النَّقْعَ مِنْ کَتِفَیْ کَدَاءٗ

يُنَازِعْنَ الْاَعِنَّةَ مُسْرَجَاتٍ
يُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَآءُ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہیں سے داخل ہوں جہاں سے حسان نے داخل ہونے کا کہا ہے۔ (یعنی کدا سے) [بیہقی، دلائل النبوت، ج۵، ص۶۶۔ سبل الھدیٰ والرشاد، ج۵، ص۲۲۷]

ہم تو نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں

۹ ہجری کو وفود کا سال کہا جاتا ہے، فتح مکہ کے بعد عرب قبائل نے قبولِ اسلام میں ایک دوسرے سے سبقت کی اور چاروں طرف سے وفود آپ کے پاس پہنچنے لگے۔ عام عرب اسلام کے بارے میں اس بات کے منتظر تھے کہ قبیلۂ قریش اور رسول اللہ ﷺ کے مابین معاملات کیا رخ اختیار کرتے ہیں، اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ قریش سارے عرب کے امام اور پیشوا تھے، بیت اللہ کے نگران اور ذمہ دار تھے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ جب اسلام نے قریش کو زیر کر لیا تو لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ O وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا O فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا O [النصر:۱ تا ۳]

جب اللہ کی مدد اور (اس کی) فتح آجائے اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی تسبیح فرمائیں اس کی حمد کے ساتھ اور اس سے بخشش مانگیں، بے شک وہ بے حد رجوع برحمت ہونے والا ہے۔

کندہ کا وفد اسّی (۸۰) سواروں پر مشتمل تھا، حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ اس وفد کے سربراہ تھے، یہ لوگ مسجد نبوی میں آئے ان کے جسموں پر حیرہ کے جبے تھے جن کے دونوں جانب ریشم لگا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم مسلمان نہیں ہوئے؟ جواب دیا: ہم مسلمان ہیں، آپ نے فرمایا: پھر تمہاری گردنوں میں ریشم کیوں ہے؟ یہ سن کر انہوں نے ریشم کو پھاڑ کر پھینک دیا۔

پھر اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ بَنُوْ اٰكِلِ الْمُرَارِ وَ اَنْتَ ابْنُ اٰكِلِ الْمُرَارِ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ نَاسِبُوْا بِهٰذَا النَّسَبِ الْعَبَّاسَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ ۔[سیرۃ ابن ہشام، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج۴، ص۲۴۱]

یارسول اللہ! ہم آکل المرار کی اولاد ہیں اور آپ بھی آکل المرار کے بیٹے ہیں (یعنی ان کی نسل سے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا: یہ نسب تو عباس بن عبد المطلب اور ربیعہ بن الحارث سے ملاؤ۔

آکل المُرار کندہ کا شاہی خاندان تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جب بغرضِ تجارت جاتے تو لوگوں سے اپنا تعارف آکل المرار کی نسل کے افراد کے طور پر کراتے تاکہ انہیں عزت و احترام ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم آکل المرار نہیں بلکہ ہم نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں۔

تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت سوید بن الحارث الازدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی قوم کے ان سات افراد میں سے ایک تھا جو بطور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ کو ہماری وضع قطع اور ہیئت پسند آئی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم کون ہو؟

قُلْنَا مُؤْمِنُوْنَ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ لِكُلِّ قَوْلٍ حَقِيْقَةٌ فَمَا حَقِيْقَةُ اِيْمَانِكُمْ [اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، رقم:۲۳۴۳]

ہم نے کہا: مؤمن ہیں، رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا: ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت سوید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نے عرض کیا: پندرہ خصلتیں ہیں، پانچ وہ ہیں جن پر آپ کے قاصدوں نے ہمیں ایمان لانے کو کہا ہے، پانچ وہ ہیں جس پر آپ کے قاصدوں نے ہمیں عمل کرنے کو کہا ہے، اور پانچ وہ ہیں جن پر ہم دورِ جاہلیت سے عمل پیرا ہیں، مگر آپ ان میں سے کسی کو ناپسند فرمائیں (تو ہم اس سے دست بردار ہو جائیں گے)۔

رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں، جن پر میرے قاصدوں نے تمہیں ایمان لانے کو کہا؟ ہم نے کہا: یہ کہ ہم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لائیں۔

آپ نے پوچھا: وہ پانچ باتیں کون سی ہیں جن پر میرے قاصدوں نے تمہیں عمل کرنے کا حکم دیا ہے؟ ہم نے کہا: یہ کہ ہم کہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، بیت اللہ کا حج کریں اور رمضان کے روزے رکھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: وہ پانچ عادتیں کون سی ہیں جن پر تم دورِ جاہلیت سے عمل پیرا ہو؟ ہم نے کہا: آسودہ حالی میں شکر، مصیبت میں صبر، جنگ میں ثابت قدمی، قضاء پر راضی رہنا اور دشمنوں کی طعنہ زنی کے وقت صبر کرنا۔

آپ کا حلم آپ کے غصہ سے بڑھ کر ہو گا

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ یہود کے بہت بڑے عالم تھے، اللہ کا دیا بہت کچھ مال و زر بھی رکھتے تھے، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت محمد ﷺ کا دیدار کیا تو نبوت کی تمام علامتیں آپ میں پہچان لیں، البتہ دو باتوں کے متعلق میں لاعلم تھا، ایک یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غصہ سے بڑھ کر ہو گا اور شدتِ جہالت آپ کے تحمل و بردباری کو اور زیادہ کرے گی، میں ان دونوں چیزوں کی آزمائش کے لئے موقع کا منتظر تھا اور آپ سے نرمی سے پیش آتا تھا۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے نکلے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے، ایک بظاہر بدوی نظر آنے والا سوار آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! فلاں قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں، وہ قحط سالی اور مصیبت کا شکار ہیں، اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو کچھ چیزیں بھیج کر ان کی مدد فرمائیں، رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کے ہاں بھیجنے کے لئے کچھ نہیں تھا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے قریب ہو کر کہا: اگر آپ چاہیں تو بنو فلاں کے باغ کی کھجوریں مقررہ مدت تک میرے ہاتھ فروخت کر دیں (اور مجھ سے رقم لے لیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے یہود کے بھائی اس طرح نہیں بلکہ میں تمہیں مقررہ مدت تک کھجوریں دوں گا، (خواہ کسی باغ کی ہوں) میں نے کہا: ٹھیک ہے، اور آپ کو اسی دینار (۸۰) پیش کر دیئے، رسول اللہ ﷺ نے وہ دینار اس بدوی کو عطا فرما دیئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مقررہ میعاد سے دو یا تین روز پہلے رسول اللہ ﷺ کسی انصاری کے جنازہ میں نکلے، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اور صحابہ کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ تھی، جب آپ نماز جنازہ پڑھا چکے، میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ کی چادر اور قمیص کے دامن پکڑ کر غصہ سے دیکھ کر کہا: اے محمد! تم میرا حق ادا نہیں کرو گے؟ بخدا اے عبد المطلب کے گھر والو! تم ادائے حق سے گریز کے لئے حیلے بہانے تلاش کرتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تیز نظروں سے مجھے دیکھ کر کہا: اے دشمنِ خدا! تو رسول اللہ ﷺ سے ایسی باتیں کر رہا ہے؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر مجھے تیری قوم اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والے معاہدوں کے ٹوٹنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَنْظُرُ اِلٰی عُمَرَ فِیْ سُکُوْنٍ وَّ تَبَسُّمٍ ثُمَّ قَالَ یَا عُمَرُ اَنَا وَ ھُوَ اِلٰی غَیْرِ ھٰذَا مِنْکَ اَحْوَجُ اَنْ تَاْمُرَہٗ بِحُسْنِ الْاِقْتِضَاءِ وَ تَاْمُرَنِیْ بِحُسْنِ الْقَضَآءِ [اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، رقم:۱۸۴۱]

رسول اللہ ﷺ نے سکون و اطمینان کی حالت میں مسکراتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے عمر! مجھے اور اسے سختی کی بجائے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم اسے حسنِ تقاضا کا اور مجھے حسنِ ادا کا کہتے۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ، اس کا حق ادا کر دو اور بیس صاع مزید کھجوریں دے دو کہ تم نے اسے دھمکایا ہے۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے، میرا ادھار چکایا اور بیس صاع مزید کھجوریں دیں۔ پھر میں مسلمان ہو گیا۔ (کیونکہ میں نے آپ میں دونوں علامتیں دیکھ لیں)

ابو عبد اللہ! تو نے بہت اچھا کیا

جبلِ احد کے دامن میں خیر و شر کا معرکہ برپا تھا، بنو معاویہ الفارسی کے غلام حضرت رُشَیْدُ الھجری رضی اللہ عنہ بھی ان جانثاروں میں شامل تھے جو مردانہ وار دادِ شجاعت دے رہے تھے، گھمسان کی جنگ میں وہ بنو کنانہ کے ایک آہن پوش مشرک سے جا ٹکرائے، مشرک نے "میں عویف کا بیٹا ہوں" کا نعرہ لگایا، بنو حاطب کے غلام سعد رضی اللہ عنہ اس کے مقابل آئے، مشرک نے حضرت سعد پر وار کیا اور ان کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ حضرت رُشَید رضی اللہ عنہ اس مشرک پر حملہ آور ہوئے، اس کے کندھے پر ایسا بھرپور وار کیا جس نے مشرک کے زرہ کو کاٹتے ہوئے اسے دو ٹکڑے کر دیا۔ اور نعرہ لگایا: (اس کا) بدلہ لے میں فارسی غلام ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ منظر دیکھا اور رُشید کا نعرہ بھی سماعت فرمایا، آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے یہ کیوں نہ کہا: لے میں انصاری غلام ہوں۔ اتنے میں ابن عویف مشرک کا بھائی کتے کی طرح دوڑتا ہوا آیا اور حضرت رُشید پر حملہ آور ہوا اور نعرہ لگایا: میں عویف کا بیٹا ہوں۔ حضرت رُشید نے اس مشرک کے حملہ کا جواب دیا اور اس کے سر پر تلوار کی ایسی ضرب لگائی جس نے اس کے خود کو کاٹ کر اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے اور نعرہ لگایا: لے! میں انصاری غلام ہوں۔

راوی کہتے ہیں:

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ قَالَ اَحْسَنْتَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ، فَکَنَّاہُ یَوْمَئِذٍ وَ لَا وَلَدَ لَہٗ۔ [اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ دار الشعب، رقم:۱۶۷۸]

یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا: تو نے بہت اچھا کیا اے ابو عبد اللہ! آپ نے اسے کنیت عطا فرمائی حالانکہ ان کا کوئی بیٹا نہ تھا۔

عین اسی دن اور اسی وقت بارش ہوئی

حضرت حبیب بن عمرو السلامانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہمارے قبیلہ سلامان کا وفد (شوال ۱۰ ہجری میں) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم سات افراد تھے، جب ہماری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی آپ اس وقت مسجد نبوی سے باہر کسی کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے جارہے تھے، ہم نے عرض کیا: السلام علیك یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا: وَعَلَیْکُمُ السَّلَام، تم کون لوگ ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم سلامان قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ سے اسلام کی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں، ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے قبیلہ کے افراد کی طرف سے بھی بیعت کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے غلام ثوبان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: انہیں اس مہمان خانے میں ٹھہراؤ، جہاں وفود کو ٹھہرایا جاتا ہے۔

ظہر کی نماز کے بعد آپ اپنے گھر اور منبر کے درمیان تشریف فرما ہوئے، ہم آگے بڑھے اور ہم نے نماز، شرائع اسلام اور جھاڑ پھونک کے بارے میں دریافت کیا، ہم نے اسلام قبول کیا، آپ نے ہم میں سے ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ہمارے علاقے کے حالات دریافت فرمائے، ہم نے عرض کیا: قحط سالی کا شکار ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے، اللہ تعالیٰ ہمارے علاقے کو سیراب فرمادے، رسول اللہ ﷺ نے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اسْقِھِمُ الْغَیْثَ فِیْ دَارِھِمْ

الٰہی! ان کے علاقہ میں بارانِ رحمت نازل فرما کر ان کو سیراب فرما۔

رسول اللہ ﷺ کی دعا کے وقت انہوں نے عرض کیا:

یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِرْفَعْ یَدَیْكَ فَاِنَّہٗ اَکْثَرُ وَ اَطْیَبُ فَتَبَسَّمَ وَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ اِبْطَیْہِ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰی بِلَادِھِمْ فَوَجَدُوْھَا قَدْ مُطِرَتْ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ دَعَا فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ تِلْكَ السَّاعَۃِ۔ [سبل الھدیٰ و الرشاد، ج۶، ص۳۴۵]

اے اللہ کے نبی! اپنے ہاتھ بھی بلند فرمائیں کیونکہ اس طرح قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے،(یہ سن کر) آپ مسکرا دیئے اور ہاتھوں کو اتنا بلند فرمایا کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی،اس کے بعد یہ لوگ اپنے وطن کو واپس چلے گئے، ان کو معلوم ہوا کہ عین اسی دن اور اسی وقت بارش ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے بارش کی دعا فرمائی تھی۔

خالد !رسول اللہ ﷺ تمہارے منتظر ہیں

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بھلائی کا ارادہ فرمایا اس نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور مجھے رشد وہدایت کی توفیق بخشی۔ میں نے دل میں سوچا: میں نے محمد (ﷺ) کے خلاف تمام جنگوں میں حصہ لیا مگر میں ہر جنگ میں یہی تاثر لے کر لوٹا کہ میں وقت ضائع کر رہا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناغالب ہوں گے۔

جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کی طرف تشریف لائے، میں مشرکوں کے گھڑ سوار دستے کا سالار تھا،عُسفان (یہ رابغ اور مکہ مکرمہ کے درمیانی راستے پر ایک چشمہ ہے۔ آج کل اس کو مُدرَج عثمان کہتے ہیں۔(فرہنگِ سیرت، مطبوعہ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ص٢٠٠)) کے مقام پر میرا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سے آمنا سامنا ہوا۔ میں آپ کے سامنے آگیا اور راستہ روک لیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے نمازِ ظہر ادا کی، ہم نے حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا لیکن ہمیں حوصلہ نہ ہوا، اسی میں بھلائی تھی، رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ارادے سے آگاہی حاصل کرلی اور آپ نے عصر کے وقت صحابہ کے ساتھ نمازِ خوف ادا کی، میں سمجھ گیا ہم آپ پر حملہ نہیں کرسکتے، ہم الگ ہوگئے اور آپ نے ہمارا راستہ چھوڑ کر دائیں جانب سفر جاری رکھا۔

جب آپ نے حدیبیہ کے مقام پر قریش سے مصالحت کرلی میں نے اپنے دل میں کہا: اب کیا باقی رہ گیا ہے؟ میں کہاں جاؤں؟ نجاشی کے پاس، لیکن وہ تو مسلمان ہو چکا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ وہاں امن و سکون سے ہیں، ہرقل کے ہاں جاؤں، اس صورت میں مجھے اپنا دین چھوڑ کر نصرانیت یا یہودیت کو اختیار کرنا پڑے گا، مجھے عجمی لوگوں کے ساتھ رہنا ہوگا، یا پھر میں باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ اپنے گھر میں پڑا رہوں۔

میں گومگو کی اسی حالت میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ عمرۃ القضاء کے لئے مکہ میں داخل ہوئے، میں روپوش ہو گیا اور میں نے مکہ میں آپ کے داخلے کا منظر نہیں دیکھا، میرا بھائی ولید بن ولید عمرۃ القضاء میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، اس نے مجھے تلاش کیا میں نہ ملا تو اس نے مجھے یہ خط لکھا:

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ، اَمَّا بَعد!

میرے لئے سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ تیری رائے میں اسلام کی صداقت کس طرح مخفی رہی حالانکہ تیری عقل و دانش بے نظیر ہے، اسلام جیسا دین تجھ سے کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے تیرے بارے میں دریافت فرمایا کہ خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اسے لے آئے گا، آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: خالد جیسا زیرک انسان اسلام سے کیسے جاہل رہ سکتا ہے، اگر وہ اپنی کوشش اور جدوجہد مسلمانوں کی مدد میں صرف کرتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا اور ہم اسے دوسروں پر فوقیت دیتے۔ میرے بھائی! تم اپنی زندگی کے ضائع کردہ لمحات کا فوراً تدارک کرو، تم نے بڑے عمدہ مواقع گنوا دیئے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب مجھے بھائی کا خط ملا میں نے مکہ سے نکلنے میں جلدی کی اور اسلام قبول کرنے میں میری رغبت اور شوق بڑھ گئے، رسول اللہ ﷺ کے میرے بارے میں سوال نے میرے جذبۂ شوق کو مزید بڑھا دیا۔ انہی دنوں میں میں نے خواب میں دیکھا میں ایک تنگ اور بنجر علاقہ سے نکل کر سرسبز و شاداب اور کشادہ علاقہ میں آ گیا ہوں، میں نے سوچا یہ اہم خواب ہے، جب میں مدینہ جاؤں گا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس کی تعبیر پوچھوں گا۔ وہاں پہنچ کر میں نے تعبیر پوچھی انہوں نے کہا: وہ تنگ اور بنجر خطہ شرک تھا اور سرسبز و کشادہ علاقہ اسلام ہے، جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے تجھے ہدایت دی ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے کا پختہ ارادہ کر لیا میں نے سوچا اس سفر میں کس کو ساتھی بناؤں؟ میں نے صفوان بن امیہ سے ملاقات کی اور کہا: اے ابو وھب! کیا تم نے اپنی حالت نہیں دیکھی کہ ہمارا کیا حال ہو گیا ہے؟ محمد (ﷺ) تو عرب و عجم پر چھا گئے ہیں، کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم محمد (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور ان کی اتباع کر لیں، کیونکہ محمد (ﷺ) کی عزت ہماری عزت ہے، صفوان نے سختی سے میری تجویز رد کر دی اور کہا: اگر میرے علاوہ کوئی بھی باقی نہ رہے (سب مسلمان ہو جائیں) تو بھی میں کبھی ان کی اتباع نہیں کروں گا۔ ہم الگ الگ ہو گئے، میں نے سوچا یہ وہ شخص ہے جس کا بھائی اور باپ بدر میں مارے گئے ہیں۔

پھر میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا میں نے اس سے بھی وہی بات کہی جو صفوان سے کہی تھی، اس نے بھی وہی جواب دیا تھا جو صفوان نے دیا تھا، میں نے اس سے کہا: یہ بات اپنے تک محدود رکھنا کسی کو بتانا نہیں، اس نے کہا: نہیں بتاؤں گا۔

میں وہاں سے اپنے گھر لوٹ آیا، اونٹ تیار کرنے کا حکم دیا اور اس پر سوار ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کے پاس گیا، میں نے دل میں کہا: عثمان میرا دوست ہے اس سے بات کر لینے میں کیا حرج ہے، پھر مجھے اس کے خاندان کے کئی

بڑوں کا (غزوۂ احد میں) قتل ہونا یاد آیا تو میں نے اس سے یہ بات کہنا ناپسند کیا۔ پھر میں نے سوچا بات کر لینے میں کیا حرج ہے میں تو اسی وقت چلے جانے کا ارادہ کر چکا ہوں، میں نے کہا: ہم تو بل میں چھپی لومڑی کی طرح ہیں جس پر پانی کے ڈول ڈال دیئے جائیں تو فوراً باہر نکل آتی ہے اور عثمان سے بھی وہی کچھ کہا جو پہلے ساتھیوں سے کہہ چکا تھا۔ اس نے فوراً میری بات مان لی۔

ہم نے طے کر لیا کہ صبح سویرے "یاجج" کے مقام پر ملاقات کریں گے ہم میں سے جو پہلے وہاں پہنچ جائے وہ دوسرے کا انتظار کرے، دوسرے دن صبح صادق سے پہلے ہم "یاجج" پہنچ گئے اور وہاں سے روانہ ہو کر "ھداۃ" پہنچے، وہاں ہماری عمرو بن العاص سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا، ہم نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے پوچھا: تم کدھر جا رہے ہو؟ ہم نے کہا: کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: تم کہاں چلے؟ ہم نے کہا: ہم تو اسلام قبول کرنے اور محمد (ﷺ) کی غلامی اختیار کرنے چلے ہیں، عمرو نے کہا: میں بھی اسی ارادہ سے نکلا ہوں۔

ہم تینوں اکٹھے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے، مدینہ طیبہ پہنچ کر حرّہ (وادی القریٰ اور تیماء کے درمیان جگہ) میں اپنی سواریاں بٹھائیں، رسول اللہ ﷺ کو ہماری آمد کی اطلاع ملی تو آپ بہت خوش ہوئے، میں نے اپنے عمدہ کپڑے پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوا، مجھے میرا بھائی ملا اس نے کہا: جلدی کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے آنے کی خبر مل گئی ہے، آپ بہت خوش ہیں اور تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَاَسْرَعْنَا الْمَشْیَ فَاطَّلَعْتُ عَلَیْهِ فَمَا زَالَ یَتَبَسَّمُ اِلَیَّ حَتّٰی وَقَفْتُ عَلَیْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ بِالنُّبُوَّةِ فَرَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ [البدایہ والنہایہ، ج۴، ص۲۳۸۔]

ہم تیزی سے چلتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر مسکرا کر مجھے دیکھتے رہے، میں آپ کے قریب کھڑا ہوا اور السلام علیک یا نبی اللہ کہا، آپ نے خندہ روئی سے میرے سلام کا جواب مرحمت فرمایا۔

میں نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آؤ، پھر آپ نے فرمایا: ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے ہے جس نے تجھے ہدایت عطا فرمائی ہے، مجھے امید تھی کہ تیری عقلِ رسا تجھے خیر تک ضرور پہنچائے گی۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں متعدد جنگوں میں آپ کی مخالفت میں اڑا رہا، حق سے عناد کرتا رہا، اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ میری ان غلطیوں کو معاف فرما دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام اپنے پہلے والے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

میں نے گزارش کی یارسول اللہ ! پھر بھی، آپ نے دعا کی:

اے اللہ ! خالد نے تیرے راستہ سے روکنے کی جتنی بار کوشش کی اس کو معاف فرمادے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں پھر حضرت عثمان بن طلحہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما آگے بڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ہم صفر آٹھ ہجری میں حاضر ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ بھی مسکرادیتے تھے

حضرت سماک بن حرب کہتے ہیں میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے ؟ انہوں نے فرمایا: ہاں بہت مرتبہ، آپ جس جگہ صبح کی نماز پڑھتے تھے طلوعِ آفتاب سے پہلے وہاں سے نہیں اٹھتے تھے، جب سورج طلوع ہوتا آپ اس جگہ سے اٹھتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

وَ کَانُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ فَیَاْخُذُوْنَ فِیْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ فَیَضْحَكُوْنَ وَ یَتَبَسَّمُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ [صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تبسمہ وحسن عشرتہ، رقم:۶۰۳۵]

صحابہ کرام باتوں میں مشغول ہوتے، زمانہ جاہلیت کے کاموں کا تذکرہ کرتے اور ہنستے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی مسکرادیتے تھے۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ
۱۔	قرآن مجید	
۲۔	کتاب مقدس	بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور
۳۔	تفسیر جامع البیان	دارالفکر، بیروت
۴۔	تفسیر ابن کثیر	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۹ھ
۵۔	موسوعۃ الحدیث الشریف ۱۔ صحیح البخاری ۲۔ صحیح مسلم ۳۔ سنن ابی داؤد ۴۔ جامع الترمذی ۵۔ سنن النسائی ۶۔ سنن ابن ماجہ	دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض
۶۔	مؤطا امام مالک	دار الفکر، بیروت
۷۔	مسند امام احمد بن حنبل	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۸۔	سنن دار قطنی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۹۔	دلائل النبوۃ بیہقی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۰۔	مستدرک حاکم	المکتبہ العصریہ، بیروت

۱۱۔	مجمع الزوائد	دارالفکر، بیروت / دارالمعرفہ، بیروت
۱۲۔	شمائل الترمذی	مطبوعہ کراچی
۱۳۔	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	مطبوعہ کراچی
۱۴۔	دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین	دارالفکر، بیروت
۱۵۔	الطبقات الکبریٰ	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۶۔	سیرت ابن ہشام	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۷۔	البدایہ والنہایہ	دارالفکر، بیروت
۱۸۔	سبل الھدی والرشاد	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۹۔	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	الشعب
۲۰۔	الاستیعاب	دارالجیل، بیروت
۲۱۔	الاصابہ فی تمییز الصحابہ	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۲۔	حیات الصحابہ	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۳۔	مواقف ضحک فیھا النبی ﷺ	دارالناشر العربی
۲۴۔	مواقف مزح فیھا النبی ﷺ	دارالناشر العربی
۲۵۔	الرسول ﷺ یضحک	مکتبہ الصفا القاہرہ